مہدی نظمی

کے

مراثی

جلد اوّل

مہدی نظمی

۱۹۲۳ء۔۱۹۸۷ء

مہدی نظمی

کے

مرثیے

مہدی نظمی میموریل سوسائٹی

مکان نمبر 27، گلی نمبر 7، پرانہ برج پوری، پروانہ روڈ دہلی۔ 110051

فون نمبر: 22052764

فون نمبر 22052764

تاریخ اشاعت : .. 2003ء

طابع: .... ایس ایس انٹر پرائزیس، دہلی فون نمبر 23289291

ناشر: .... مہدی نظمی میموریل سوسائٹی

قیمت: .... 80 روپے

ڈاکٹر ناشر نقوی

مہدی نظمی کا فن اور اصنافِ سخن

(مقدمہ)

اُردو شاعری کی جملہ اصناف میں مرثیہ ہی وہ واحد صنف ہے جس نے ہر زمانے میں ظلم کے خلاف حوصلے اور انقلاب کی نئی تحریک کو جنم دیا۔ مرثیے کے علاوہ غزل، مثنوی، قصیدہ اور داستان شاہوں اور صوبیداروں کی تفریحِ طبع کا سامان مہیا کرتی رہی ہے یہی سبب ہے کہ ان اصناف کو درباری اور سرکاری سرپرستیاں حاصل رہیں۔ مرثیہ کیونکہ ابتدا سے ہی مظلوم نواز صنف رہی ہے، اس لئے اسے وہ پذیرائی حاصل نہیں ہوسکی جس کی یہ حقدار تھی۔ صرفِ نظر کی ایک دوسری وجہ یہ بھی رہی کر مرثیے نے بزم کی زیبائشوں سے زیادہ رزم کی آرائیشوں کی ضرورت پر زور دیا جسکے سبب مرثیے سے وہ ہی صاحبانِ نظر جڑے جو عملی اور انقلاب پرور زندگی کے حامی بنے۔ اور عالمی امن کے لئے ایک تشخص کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ سودا نے مرثیے کو مسدس کی ہیت دی اور ان کے بعد آنے والے مرثیہ نگاروں نے مرثیے کو ندرت، صنعت، اسلوبِ فکر اور مواد کے باعث خوب سے خوب تر بنا دیا۔ ان شعراء کی خودی، تخلیق، فنی مہارت، داخلی و خارجی نفسیاتی تاثرات کے اظہار نے مرثیے کے نئے نئے سنگِ میل قائم کئے۔ مسدس کی فورم میں انیس و دبیر تک آتے آتے مرثیہ ایک ایسا مرقع بن گیا جس میں رائج الوقت جملہ اصنافِ سخن سماتی چلی گئیں نتیجتاً مرثیہ ہر صاحبِ مذاق کی کشش کا سبب بنتا ہوا اپنے ہمہ گیر کمال کے باعث ہر صنف پر چھا گیا۔ یہ حقیقت بھی روشن ہے کہ کسی بھی ایک فن اور ایک صنف کا بڑے سے بڑا شاعر انیس کی عظمت تک آج بھی نہیں پہنچ سکتا۔

مرثیہ حق گوئی کا ایک آئینہ ہے اور آئینہ وہ ہی دیکھتا ہے جس میں اپنے عکس سے آنکھ ملانے کی ہمت ہوتی ہے۔ آئینہ بگڑی ہوئی صورت سنوارنے پر مجبور کرتا ہے۔ مرثیے کی یہ عکسی خوبی صرف مظلوم نوازوں ہی کو پسند آتی ہے ظلم پروروں کو نہیں۔

مرثیے کی ادبی، عملی اور باطنی روایت کو بیسویں صدی میں انیس العصر حضرت مہدی نظمی نے جس کمالِ فن کے ساتھ آگے بڑھایا ہے اس کے نقوش زیرِ نظر مرثیوں میں جلوہ گر ہیں۔ اس مجموعے کے علاوہ بھی مہدی نظمی کے متعدد مرثیے کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں یہ کتابیں ہیں ''مظلوم کربلا''، ''نذرِ اہلبیت''، ''بوتراب و بت شکن'' اور ''نوائے وقت'' ان کتابوں کے علاوہ ایک مرثیہ ''ابوالفضل العباس'' اور ایک مرثیہ ''شیر خوار'' بھی ہے۔ لیکن یہ دونوں معرکتہ الآرا مراثی باوجود تلاش بسیار ابھی تک مل نہیں پائے ہیں۔ مستقبل میں ہماری کوشش ہوگی کہ مہدی نظمی صاحب کے

جتنے بھی گمشدہ اور غیر مطبوعہ مراثی ہیں انہیں دوبارہ ایک مجموعے کی صورت میں شائع کر دیں۔ مرثیہ "شیر خوار" جانسٹھ کے الن صاحب جو مشہور نوحہ خوان بھی ہیں ان کی بیاض میں محفوظ تھا اور وہ اسے پڑھتے بھی خوب تھے۔ ہم نے موصوف سے کئی بار تقاضہ کیا کہ وہ مرثیہ دے دیں لیکن ابھی تک ان کا وعدہ وفا کی منزلوں تک نہیں پہنچا ہے۔ بہر حال ہم نے مہدی نظمی میموریل سوسائٹی کی تشکیل کا بنیادی مقصد ہی یہ رکھا ہے کہ ادب اور قوم کی محترم شخصیات کے کارناموں کو منظر عام پر لاتے رہیں تا کہ اپنے عظیم ماضی کے چراغوں سے مستقبل روشن کیا جا سکے۔

مہدی نظمی محض ایک شخصیت کا نام نہیں بلکہ علم و ادب کے اس بڑے کتب خانے کا نام ہے جس میں مختلف علوم و فنون کی دو سو سولہ ۲۱۶ کتابیں اپنے حسن کے ساتھ اس ترتیب سے رکھی گئی ہیں جو مذہب، ادب اور سماج تک پرواز فکر کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ پیش کرتی ہیں۔ دماغ یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ ایک شخص کے فانوس ذہن و خیال میں علوم و فنون اور حکمت و دانش کی اتنی شمعیں کیسے فروزاں ہوئیں اور ہر شمع کا رنگ کیونکر مختلف ہوا۔ فکر و فن کی بساط پر مہدی نظمی کی فصیح البیانی نے سچے موتیوں کی لڑی کو ایسے عالمانہ ڈھنگ سے پرویا ہے کہ اس کا ہر ایک منکا خود اپنی چمک سے لڑی میں پروئے رہنے کا احساس پیدا کراتا ہے۔ شاعری کی ہر صنف میں مہدی نظمی نے اپنی فکر کے جوہر دکھائے ہیں۔ غزل کے آئینے میں جب ہم مہدی نظمی کے کلام کو دیکھتے ہیں تو ادب کی وہ تہذیب جلوہ گر نظر آتی ہے جو دوسری تہذیبوں کو سینے سے لگاتی ہے اور اس کا رشتہ اپنے ماسبق سے وابستہ ہو جاتا ہے۔ غزل کی وہ خوبی جو گفتگو کے آداب سکھاتی ہے مہدی نظمی کی غزل کی شناخت ہے۔

کریم غیر کے آگے نہ ہاتھ پھیلا کر
بچا رہا ہوں ابھی تک تو آبرو تیری

"غزل محل" اور "غزل غزل" میں ایسے ہی اشعار سے آراستہ مہدی نظمی کی غزلیں ان کی قادالکلامی اور زبان و بیان کی بہترین مثالیں ہیں۔ قصیدہ نگاری کے پیرائے میں دیکھئے تو مہدی نظمی کی حیثیت موجد و مفکر کی سی ملے گی۔ ایک ہی لفظ کی تکرار سے اشعار اور اظہار میں جو حسن پیدا کیا ہے وہ زبان پر ان کی قدرتِ کاملہ کا بڑا ثبوت ہے۔ دوسری بات یہ کہ نئی ترکیبیں اور تشبیہیں سامنے لا کر ادب جدید میں خطیر اضافے کئے ہیں۔ کربلا کے معصوم مجاہد علی اصغر کی شان میں بہتر ۷۲ اشعار کا ایک قصیدہ ہے جس کے ہر مصرعے کا آغاز 'کلی' لفظ سے ہوتا ہے اور مصرعہ کی کلی کو نئی معنویت دی ہے قادر الکلامی کی بہترین مثال ہے۔ اس کے دو شعر دیکھئے۔

کلی ہوتی ہے تکمہ محرم دوشیزہ گل کا
کلی بند قبائے یوسفِ بازار ہوتی ہے

کلی نخچیر کرتا ہے شعاع مہر کا ناوک
کلی اپنے لہو میں، ڈوب کر گلنار ہوتی ہے

نئی تشبیہات، استعارات، تلمیحات، صنائع لفظی و معنوی، تاریخ و روایت وغیرہ وغیرہ غرض فکر و فن کی جملہ خوبیاں مہدی نظمی کے کلام کی شناخت ہیں۔ چار سو اڑتیس بندوں میں مشتمل مسدس کی ہیت میں ان کی رزمیہ نظم ''ہندوستان'' کو پڑھ کر سابق صدرِ جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین نے مہدی نظمی کو ''شاعر ہندوستان'' کی شناخت دی تھی، دوسری نظموں کی کتاب ''ہندوستان اِرم نظیر'' پر روزنامہ پرتاپ کے ایک اداریہ میں کہا گیا تھا کہ ''بھارت میں ایک نیا کلچر جنم لے رہا ہے۔ اس کلچر کے مہدی نظمی بہت بڑے نقیب ہیں۔''

مہدی نظمی کی شاعری اردو کے سیکولر کردار اور ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کی توثیق بھی ہے اور تصدیق بھی۔ غزل، نظم، قصیدہ، مسدس، قطعہ، رباعی، منظوم ریڈیو فیچرس، منظوم تاریخ اور مثنوی غرض ہر صنف میں انہوں نے طبع آزمائی کی اور ہر صنف میں اپنی الگ پہچان بنائی حضرت عیسیٰ کی حیات پر ''ابن آدم'' بھگوان رام کی عظمت پر ''منظوم رامائن'' اور گورو نانک صاحب کی زندگی پر ''نذرِ نانک'' جیسی تصنیفات جو مثنوی کی ہیئت میں ہیں مہدی نظمی کی وسیع المشربی کی بھی بہترین مثال کہی جائیں گی۔

کئی بار دہلی، بریلی اور حیدر آباد کی یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے اردو کے کچھ پروفیسر صاحبان نے مجھے لکھا تھا کہ اپنے یہاں مہدی نظمی کی اردو خدمات پر تحقیقی کام کرانا چاہتے ہیں اس سلسلے میں ریسرچ اسکالروں کو میٹر فراہمی میں دشواری آ رہی ہے چنانچہ میں نے اور مہدی نظمی صاحب کے پسر اکبر برادرم شبر نظمی نے ''مہدی نظمی فن اور شخصیت کتاب کی اشاعت کی جس میں ہندوستان اور پاکستان کے نامور قلمکاروں کے ان مقالوں کو شامل کیا گیا جو انہوں نے ۱۹۸۶ء میں منعقدہ ''جشن مہدی نظمی'' سیمینار میں پیش کیے تھے۔ اس کتاب کی ادبی حلقوں میں خاطر خواہ پذیرائی ہوئی اور ہندوستان و پاکستان میں کتاب ہاتھوں ہاتھ لی گئی۔ ۱۹۹۹ء میں اس کتاب کا ہم نے دوسرا ایڈیشن بھی شائع کر دیا تھا۔ بعد کو مہدی نظمی میموریل سوسائٹی کے سالانہ ادبی تقریبات کے دوران ہم نے ''خراج خلوص'' کے عنوان سے جو سوونیر شائع کیے ان میں مہدی نظمی کی حیات اور خدمات پر پروفیسر محمد حسن، پروفیسر گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر گلزار زتشی ڈاکٹر توقیر احمد، صالحہ عابد حسین، رفعت سروش، ڈاکٹر جاوید وششٹ، ڈاکٹر صفدر علی بیگ، سید بادشاہ حسین کراچی، عادل صدیقی، علامہ اختر زیدی، لئیق اختر فیض آبادی، راحت عزمی، اوم پرکاش نامی، ذہین نقوی، متین باغپتی، رضی بدایونی، ڈاکٹر فاروق

بخشی، ابرار کرتپوری اور راقم الحروف (ناشر نقوی) وغیرہ کے نہایت معلوماتی مضامین شامل کئے تھے۔ مستقبل میں ہماری کوشش ہوگی کہ ان اور ان جیسے دوسرے مضامین کو بھی کتابی صورت میں سامنے لایا جائے تاکہ ادب سے بھی انصاف ہو سکے اور تحقیقی کام کرنے والوں کو بھی سہولت فراہم ہو سکے۔

مہدی نظمی کا شخصی تعارف پیش کرنے کے لئے یہ بہتر سمجھا گیا کہ اس مقدمہ کے ساتھ ساتھ مہدی نظمی کا اپنا مضمون "سفینۂ عمر" شامل کتاب کر دیا جائے۔ ویسے تو یہ بہت مختصر مضمون ہے لیکن پھر بھی کچھ حوالوں کے لئے معاون ہوگا۔ اس کے شامل کرنے کی یہ بھی ایک وجہ ہے کہ شاعری کے علاوہ قارئین مہدی نظمی کی نثر نگاری سے بھی متعارف ہو سکیں گے۔ اس مضمون میں میرے نزدیک جو اہم پہلو چھوٹ گیا ہے وہ مہدی نظمی کے عزیزوں کا ذکر ہے۔ یہ وہ عزیز ہیں جنہوں نے ادب اور سماج میں اپنی انفرادی شناخت بنائی جیسے حسینی شاعر علامہ فضل نقوی لکھنوی، شمس العلماء سید سبط حسن، صفوۃ العلماء، مولانا سید کلب حسین، جن کے دو نامور فرزند مولانا سید کلب عابد اور ڈاکٹر مولانا کلب صادق ہیں (چچا) سید کامل حسین کامل لکھنوی (خسر) معروف مزاحیہ شاعر ناظر خیامی اور ساغر خیامی کے علاوہ شمسی آرٹس کے پروپرائٹر سید شمس الحسن شمس اور شہر یار عزمی (چاروں سگے بھائی) مہدی نظمی کے دو بیویوں میں سے ایک ہاشمیہ کامل سیما نظمی بھی شاعر ہیں۔ چار بیٹیوں میں سے دو پاکستان میں اور دو ہندوستان میں ہیں۔ موصوف کے پانچ بیٹے ہیں جن میں شبر نظمی پسر اکبر ہیں۔ مہدی نظمی نے کسی کو بھی باقاعدہ اپنا شاگرد نہیں بنایا۔ البتہ راقم الحروف کی یہ خوش قسمتی رہی کہ اسے موصوف نے بڑے بیٹے کا درجہ دیکر اس کی ذہنی نشو نما اور شخصیت سازی کی۔

۲۳ را پریل ۱۹۲۳ء کو لکھنؤ کے خاندان اجتہاد میں پیدا ہوئے اور ۳۰ مئی ۱۹۸۷ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہونے والے تاریخ ساز، شاعر، صحافی، ادیب اور خطیب کی دنیاوی زندگی صرف اتنی ہی رہی جتنی اللہ کے محبوب خاتم المرسلین کی۔ اس با مقصد عرصہ حیات میں مہدی نظمی نے ادب اور سماج کو جو نہج دی ہے اس کی حفاظت اور اشاعت ہمارا فریضہ ہے۔ ہماری مقدور بھر کوشش ہے کہ ادب وقوم کی عظیم ہستیوں کے اظہار اور کردار سے نئے شعور کو بیدار اور گلزار کر سکیں۔

اردو مرثیے کی روایت کو فروغ دینے والے صاحبانِ فکر ونظر کے لئے مہدی نظمی کے مرثیوں کا یہ انتخاب شائع کر کے ہماری سوسائٹی نے سعادت مندی کا ثبوت دیا ہے۔ ہماری کوشش ہوگی کہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رکھا جائے۔

یثرب سے جگر بندِ پیمبرؐ کا سفر ہے　　کہرام مدینے میں ہے سرورؑ کا سفر ہے
عباسِؑ علیؑ قاسمؑ و اکبرؑ کا سفر ہے　　شبیرؑ کے ہمراہ بہتّر کا سفر ہے
دل روئے نہ کیوں سبطِ رسولِ مدنیؐ کا
صدمہ ہے وطن چھٹنے کا غم بے وطنی کا

ہوتی ہے مزارِ شہِ بطحیٰ سے جدائی　　شبیرؑ کی لحد تربتِ زہراؑ سے جدائی
بیمار و تپاں فاطمہؑ صغریٰ سے جدائی　　واحسرتا بیٹی کی ہے بابا سے جدائی
شبیرؑ ہیں خاموش کہ کچھ کہہ نہیں سکتے
اب شہر میں نانا کے مگر رہ نہیں سکتے

ہے شام کے والی کو پیمبرؐ سے عداوت　　مرجانہ کے بیٹے کو ہے حیدرؑ سے عداوت
ان دونوں کو اک ساتھ ہی شبیرؑ سے عداوت　　رکھتی ہے خزاں جیسے گلِ تر سے عداوت

اندیشہ ہے یہ قلبِ شہنشاہِ زمن میں
برسے نہ کہیں خون پیمبرؐ کے چمن میں

شہؑ خطرۂ اعدا سے کنارا کریں کیونکر　　کثرت ہے مظالم کی گزارا کریں کیونکر
بربادیِ یثرب کا نظارا کریں کیونکر　　تاراج مدینہ ہو گوارا کریں کیونکر

مجبور سفر پر پسرِ شاہِ نجفؑ ہے
دشمن کی نظر گنبدِ خضریٰ کی طرف ہے

حاکم ہے مدینہ کا ولیدِ ستم آرا　　مروان کو حیدرؑ کے گھرانے سے ہے کینہ
بیعت کا سوالی ہے عدوِ شہِ بطحیٰ　　ڈر ہے کہ اٹھائے نہ حکومت کوئی فتنہ

تدبیر سے حالات کا رُخ موڑ دیں شبیرؑ
اب ایک ہی صورت ہے وطن چھوڑ دیں شبیرؑ

رد کر چکا بیعت کو بنِ حیدرِ صفدر　　ٹھکرا چکا شاہی کا بھرم سبطِ پیمبرؐ
مروان و ولیدِ ستم ایجاد و جفا گر　　خنجر کو تہہ آستیں بیٹھے ہیں چھپا کر

حالات کی صورت پہ نظر رکھتے ہیں مولاؑ
دشمن کے ارادوں کی خبر رکھتے ہیں مولاؑ

کوفے سے چلے آتے ہیں ہر روز یہ مکتوب — خاطی ہیں ہدایت ہے ہمیں آپ کی مطلوب
ہم کتنے بُرے ہی سہی ہیں آپ سے منسوب — ہیں آپ ہی اللہ کے محبوبؐ کے محبوب

محشر میں خدا سے نہ پیمبرؐ سے ڈریں گے
آئے نہ اگر آپ تو ہم شکوہ کریں گے

اس حال میں شبیرؑ ہیں اور عزمِ سفر ہے — بیداد کا احساس ہے صدموں کی خبر ہے
معلوم ہے پُر خار ہر اک راہگزر ہے — سرورؑ کی مگر چشمِ مشیت پہ نظر ہے

کوفے کے سفر پر شہِؑ دل گیر نہ جائیں
اصرار ہے احباب کا شبیرؑ نہ جائیں

لیکن سفرِ شاہؑ کا تیار ہے ساماں — ہر فرد ہے مغموم تو ہر شخص پریشاں
فریاد بلب کوئی کوئی چاک گریباں — مضطر ہے کوئی غم سے کوئی اشک بداماں

سوکھے ہیں گلے گھٹتا ہے دم آتی ہے ہچکی
تھم جاتے ہیں جب اشک تو لگ جاتی ہے ہچکی

کوفے کی زمیں خونِ شہؑ دیں کی ہے پیاسی — احساس پہ آلام کی چھائی ہے گھٹا سی
ہر سمت مدینہ میں برستی ہے اُداسی — وہ عالمِ حسرت ہے کہ چہرے ہیں کپاسی

ہیں گنبدِ خضریٰ کے پسیجے ہوئے پتھر
روتا ہے پیمبرؐ تو ہیں بھیگے ہوئے پتھر

اشکوں کو چھپائے ہوئے پلکوں کی ردا میں   ہیں سبطِ نبیؐ مجمعِ اصحابِ وفا میں

آتا ہے نظر آئینۂ صبر و رضا میں   جو دردِ مسلسل ہے دلِ شاہِؑ ہدا میں

ہم اہلِ مدینہ پہ ترس کھائیے مولاؑ

کہتے ہیں سبھی لوگ کہ رک جائیے مولاؑ

زینبؑ سے خواتینِ مدینہ کا ہے کہنا   اے بنتِ شہِؑ انبیاؐ اے دخترِ زہراؑ

موسم ہے سفر کا نہ مناسب ہے زمانہ   بے شیر ہے نازک سی کلی گل ہے سکینہؑ

گرمی سے جھلس جائیں گے صحرائے بلا میں

کمھلائیں گے یہ پھول بیاباں کی ہوا میں

ہے شدتِ تپ لاغر و بیمار ہے صغریٰؑ   ماں باپ سے چھٹ جانے کا اٹھے گا نہ صدمہ

ہے دور بہت دور ابھی حج کا مہینہ   اِس وقت سفر کا نہ کریں شاہؑ ارادہ

گرمی و تمازت کا نکل جائے گا موسم

دو چار مہینوں میں بدل جائے گا موسم

زینبؑ نے کہا بی بیو سچ ہے وَلے تقدیر   کچھ ایسی ہی افتاد ہے کچھ دن ہیں دلگیر

صورت سے نظر آتی ہے آلام کی تصویر   کیا زور کسی کا کہ نہیں چارۂ تقدیر

جو دل میں ہے بھائی کے بہن جان چکی ہے

حالات کی تصویر کو پہچان چکی ہے

صغریٰ نے کہا ماں سے کہ بابا کو بلا دو
دم میرا نکلتا ہے مسیحا کو صدا دو
آساں ہو مجھے موت کی منزل یہ دعا دو
کچھ دم کی ہوں مہماں مرے مولا کو بتا دو
پہلو میں عجب رنگ ہے اب دل کے عمل کا
آتا ہے پسینہ مرے ماتھے پہ اجل کا

ہر سانس میں تکلیف ہے ہر لحظہ ہے بھاری
پہلے ہی چلی باپ سے بیٹی کی سواری
دو روزہ سہی عمر مگر خوب گزاری
ہوتی ہے رہائی غمِ ہستی سے ہماری
جو ملتے رہے ہم سے وہ غم اب نہ ملیں گے
کہہ دیجئے بابا سے کہ ہم اب نہ ملیں گے

ماں بولی پیمبر کی نواسی ہو مری جاں
لازم ہے تمہیں صبر ہے اللہ نگہباں
ایسی تو نہیں تپ کہ ہو تم اتنا ہراساں
ایسی نہ کرو بات کہ ہو باپ پریشاں
کچھ کم نہیں صدمات زیادہ نہ کرو تم
بیٹی غمِ مقدور میں اضافہ نہ کرو تم

صغریٰ نے کہا صبر کا مقدور نہیں ہے
ظاہر مرا احوال ہے مستور نہیں ہے
بینائی ہے کم آنکھیں وہ نور نہیں ہے
سچ کہتی ہوں میں میری اجل دور نہیں ہے
ہے میری گھڑی آخری بابا کو بلا دو
شاید کہ مداوا ہو مسیحا کو بلا دو

فضہؑ نے کہا شاہؑ سے اے سیدِ والا ہیں دیکھ کے آئی ہوں کہ بے حال ہے صغریٰ
صدمے سے بخار اور بھی بڑھنے لگا مولاؑ کچھ چارہ گری کیجئے ہیں آپ مسیحا
تسکین کے الفاظ سے صدمات گھٹیں گے
کچھ آپ کی باتوں سے خیالات بٹیں گے
فضہؑ سے سنی شاہ نے جب حالتِ صغریٰ غم اور زیادہ ہوا دل اور بھی دھڑکا
گردن کو جھکائے ہوئے زہراؑ کا دلارا بیٹی کے قریں آگیا احمدؐ کا نواسا
شفقت جو ملی باپؑ کی بیٹی کو الم میں
کچھ تپ میں کمی ہوگئی کچھ شدتِ غم میں
سرورؑ نے کہا صبر کرو دل کو سنبھالو خالق کی خوشی کے لیے ہر رنج اٹھالو
جس غم میں گرفتار ہوں اُس غم سے بچالو تم گھر میں سلامت رہو بابا کی دعا لو
یوں ہوگی پریشان تو گھبرائیں گے سب لوگ
کچھ روز کی ہے بات پلٹ آئیں گے سب لوگ
جو تم سے جدائی کا ہے غم کہہ نہیں سکتا فی الحال مدینے میں مگر رہ نہیں سکتا
آفت ہے جو اسلام پہ وہ سہہ نہیں سکتا اشکوں میں مگر دل کا لہو بہہ نہیں سکتا
مجھ کو بھی تسلی ملے وہ بات کہو تم
امت کے لیے خیر کے کلمات کہو تم

تم آٹھوں پہر میرے خیالوں میں رہو گی — سلمیٰ کی طرح قافلے والوں میں رہو گی
در پردہ دلِ زار کے چھالوں میں رہو گی — تم گھر کا اجالا ہو اجالوں میں رہو گی
ہیں تم کو دل و جاں سے سوا چاہنے والی
نانی ہیں یہاں ماں سے سوا چاہنے والی

مایوس نہ ہو میری جدائی کے سبب سے — کیوں کڑھتی ہو کیا فائدہ اس رنج و تعب سے
امید کو وابستہ رکھو رحمتِ رب سے — خوش ہو کے خدا حافظ و ناصر کہو سب سے
بابا کی دعائیں لو سدا شاد رہو تم
اس گھر میں سلامت رہو آباد رہو تم

اتنے میں صدا آئی کہ ہے قافلہ تیار — شبیرؑ اٹھے چوم کے پیشانیٔ بیمار
بازو پہ دعا پڑھ کے یہ بولے شہِ ابرار — دیتا ہوں سپرد میں خدا کی تمہیں زنہار
کیا فکر کہ اللہ نگہبان ہے صغریٰ
غفار وہی ہے وہی رحمان ہے صغریٰ

چپ ہو گئیں سرورؑ کی نصیحت کے اثر سے — منہ تکنے لگیں شاہؑ کا حسرت کی نظر سے
اک ٹیس اٹھی دل سے تو اک درد جگر سے — روکے نہ رکے اشکِ الم دیدۂ تر سے
بیمار نے پھر تھام کے ہاتھوں سے جگر کو
تسلیم کی آنکھوں کے اشارے سے پدر کو

رخصت ہوا بیٹی سے پیمبرؐ کا نواسا ماں پیار سے کہنے لگی اے فاطمہؑ صغریٰ
بلوائیں گے یا آئیں گے لینے تمہیں بابا مومن کے لیے صبر ہے اللہ کو پیارا
دکھ سکھ بھلا کس شخص کی قسمت میں نہیں ہے
بندے کا کوئی دخل مشیت میں نہیں ہے

سامانِ سفر گھر سے نکلنے لگا باہر محمل ہوئی تیار پے بنتِ پیمبرؐ
پہنایا گیا شاہؑ کے رہوار کو زیور آواز دی عباسؑ نے دروازے پہ آکر
فرماتے ہیں شبیرؑ ضبط کرو رنج و الم کو
تاخیر سواری میں نہ ہو اہلِ حرم کو

زینب نے بھتیجی سے کہا اے مری بیٹی تسلیم و رضا عادت و فطرت ہے ہماری
یثرب سے سفر شاہؑ کا مرضی ہے خدا کی اچھا ہے یہی مرضیٔ رب پر رہو راضی
یہ آلِ پیمبرؐ پہ مصیبت کی گھڑی ہے
اس وقت کرو صبر تو یہ چیز بڑی ہے

معصوم سکینہؑ نے کہا جاتے ہیں خواہر لو پیار سے گودی میں جدا ہوتے ہیں اصغرؑ
رخصت کے لیے آگئے ہمشکلِ پیمبرؐ تسلیم کرو بھائی کو اے خواہرِ مضطر
آداب بجا لاؤ پریشان کھڑے ہیں
کچھ دیر سے خاموش چچا جان کھڑے ہیں

صغریٰ نے خدا حافظ و ناصر کہا رو کر — فرمایا لبِ خشک سے اے خالقِ اکبر
صدقے ہو بہن شاد رہیں اکبرؑ و اصغرؑ — قربان مری جاں سلامت رہیں سرورؑ
بابا کی جدائی میں گزر جائے گی صغریٰ
تنہائی کی تکلیف سے مر جائے گی صغریٰ

تسلیم کے انداز میں گردن کو اٹھایا — حسرت سے چچا جان کو نزدیک بلایا
بولیں کہ عجب غم مجھے قسمت نے دکھایا — اللہ کی رحمت کا رہے آپ پہ سایا
اعدا سے ہمہ وقت خبردار رہیں آپؑ
آرام کریں شاہؑ تو بیدار رہیں آپؑ

رخصت ہوئے سب لوگ تو گریہ ہوا ہر سو — بیمار کی پلکوں پہ لرزنے لگے آنسو
بیتاب ہوا قلب بکھرنے لگے گیسو — صابر تھی مگر غم پہ نہ تھا صبر کو قابو
ہمشیر کے پہلو سے سسکتی ہوئی اٹھی
معصوم سکینہ تھی بلکتی ہوئی اٹھی

ہلتی ہے مدینہ کی زمیں شورِ فغاں سے — آتی ہے صدا گریۂ زہراؑ کی جناں سے
حسرت سی ٹپکتی ہے در و بام مکاں سے — چھٹتا ہے وطن دلبرؑ سلطانِ زماں سے
آمادۂ ہجرت ہوا احمدؐ کا نواسہ
جاتا ہے مدینہ سے محمدؐ کا نواسہ

ہر شخص غمِ فرقتِ سرور سے تپاں ہے
ہر آنکھ کے پردے سے لہو دل کا رواں ہے
ہر صاحبِ ایماں کی زباں نوحہ کناں ہے
ہر کوچہ و بازار میں فریاد و فغاں ہے
جاتی ہے سواری شۂ عالی کی وطن سے
لٹتا ہے چمن باغباں جاتا ہے چمن سے

نظمی کہ ہے رواں قافلہ سلطانِ امم کا
ہر راہ مصیبت کی ہے ہر مرحلہ غم کا
یثرب سے بسر جاتا ہے مولودِ حرم کا
ہر سو ہے مدینہ میں سماں رنج و الم کا
زہراؑ کے گلِ ناز خدا حافظ و ناصر
ہے ایک ہی آواز خدا حافظ و ناصر

دورِ بعید تر سے زمانِ قریب تک صبحِ ازل سے نورِ چراغِ صلیب تک
آدمؑ سے شاہِ ارض و سما کے نقیب تک ہابیل کے لہو سے ظہورِ حبیب تک

پیغمبرانِ حق نے سنواری تھی زندگی
ورنہ بشر کے دوش پہ بھاری تھی زندگی

ہر مشعلِ حیات میں ہے مصطفٰےؐ کی لو پھوٹی ہے اس کے نور سے صبحِ ازل کی پو
اس کی تجلیوں سے ہے شمس و قمر میں ضو اُسکے قدم کو چھو کے چلی زندگی کی رو

تہذیبِ انبیاء کی وراثت لئے ہوئے
ہے آخری چراغِ ہدایت لئے ہوئے

جو عادتاً خلاف تھے دیں کے اصول سے حیرت زدہ تھے رحمتِ حق کے نزول سے
یہ وجہِ دشمنی تھی خدا کے رسول سے کانٹوں نے بیر ڈالا گلستاں میں پھول سے
منشائے کردگار ہے ہجرت حبیب کی
چھڑتی ہے آج جنگ امیر و غریب کی

یہ جنگ جبر و ظلم و عداوت سے جنگ ہے یہ جنگ دشمنانِ عدالت سے جنگ ہے
یہ جنگ سینہ زوریٔ دولت سے جنگ ہے یہ جنگ اہلِ زر کی سیاست سے جنگ ہے
اس جنگ سے حیات کا دستور بن گیا
انسان کے حقوق کا منشور بن گیا

اس جنگ میں ظفر کی پیمبر نے کی دعا اس جنگ میں علیؑ ہیں علمدارِ مصطفےٰؐ
اس جنگ میں نبی کی معاون ہیں فاطمہؑ اس جنگِ اوّلیں کا ہے انجام کربلا
اس جنگ میں رسولؐ کا کردار ہے حسینؑ
قرآن انقلاب ہے، تلوار ہے حسینؑ

تلوار جس کو قوتِ خیبر کشا کہو، تلوار جس کو آئینۂ مصطفےٰؐ کہو
تلوار جس کے نام پہ صلِّ علےٰ کہو تلوار جس کو برقِ جمالِ خدا کہو
یہ تیغ شمعِ وادیٔ ایمن ہے دوستو
بازوئے کبریائی کا جوشن ہے دوستو

تلوار جس میں عصمتِ زہرؑا کی آب و تاب   تلوار جس میں جوہرِ اوصافِ بوترابؑ
تلوار جس میں شوکتِ پیغمبرؐی کی آب   تلوار جس میں قوتِ تحریکِ انقلاب

ضربت ہے جس کی ضربتِ کرار کی طرح
قرآن گونج اٹھتا ہے جھنکار کی طرح

تلوار جس میں تابِ مذاقِ سلیم ہے   تلوار جو متاعِ خلیل و کلیم ہے
تلوار جو چراغِ نبیٔ کریم ہے   تلوار جو صحیفۂ خُلقِ عظیم ہے

تلوار جو بہشت کی موجِ بہار ہے
جو خاک پر نیابت پروردگار ہے

تلوار جس کی لَو ہے سراجِ رہِ قبول   تلوار جس کا خم ہے خمِ ابروئے رسول
تلوار جس کا پھل ہے وفا کا شگفتہ پھول   تلوار جس کی چال ہے پابندیٔ اصول

تلوار جس میں جوہرِ خونِ رسولؐ ہے
جس کا غلاف چادرِ فرقِ بتولؑ ہے

یہ جنگ بدر و خندق و خیبر کی جنگ ہے   قلت سے زورِ کثرتِ لشکر کی جنگ ہے
یہ جنگ انقلاب کے رہبر کی جنگ ہے   سبطِ نبیؐ کی جنگ پیمبرؐ کی جنگ ہے

یہ آخری لڑائی ہے رد و قبول کی
ہر دشمنِ خدا سے ہے ٹکر رسولؐ کی

ابنِ معاویہ کی محمدؐ سے جنگ ہے　　فوجِ بن زیاد کی احمدؐ سے جنگ ہے
تخلیقِ کائنات کے مقصد سے جنگ ہے　　محبوبِ ذاتِ واجب و سرمد سے جنگ ہے
بیعت کا ہے حسینؑ سے اصرار اس طرح
آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار جس طرح

بھولا نہیں ہے آدمی آغازِ کائنات　　کرب و بلا کی صبح ہے صبحِ ازل کی بات
جنباں حجابِ عرشِ طپیدہ دلِ حیات　　ابلیس کے غرور پہ قہر و جلالِ ذات
آئی صدا کہ بزمِ ملک سے نکال دو
گردن میں طوقِ ذلت و رسوائی ڈال دو

یہ جنگ ہے خلافتِ آدم کا مسئلہ　　انسان کے شرف کی لڑائی ہے کربلا
ہونا ہے آج پھر حق و ناحق کا فیصلہ　　آدم کا جانشین ہے دلبندِ مصطفےٰؐ
وہ فیصلہ کہ علمِ خدا کی دلیل ہو
ابلیس آدمی کی نظر میں ذلیل ہو

باندھے ہوئے ہیں سر سے کفن مجتبیٰؑ کے لال　　ہیں ماہرِ جدال، رفیقانِ بے مثال
شامل ہے اس لڑائی میں بانوؑ کا نونہال　　اس جنگ میں شریک ہے لیلاؑ کا خوش جمال
عباسؑ مثلِ جعفرِؑ طیار ہیں یہاں
زینبؑ کے لال حیدرِؑ کرار ہیں یہاں

اس جنگ میں حبیب رفیقِ وفا شعار — اس جنگ میں زہیر خرد مند و ہوشیار
اس جنگ میں ہیں مسلمِ جانباز و جاں نثار — اس جنگ میں ہے جونِ حبش مردِ کارزار

بانوِ عجم کی سندھ کی فضّہ شریک ہے
ہے آدمی کی جنگ تو دنیا شریک ہے

اس جنگ میں ہیں ایک رفیقانِ کربلا — ہیں سرفروش شیر نیستانِ کربلا
ہے رزمِ ارتقا سرِ میدانِ کربلا — وحدت کا آئینہ ہے بیابانِ کربلا

تہذیب کے سفر کو رہِ معتبر ملی
اس جنگ سے بشر کو بشر کی خبر ملی

حق کی نگاہ سینۂ باطل میں گڑ گئی — خود لشکرِ یزید میں تفریق پڑ گئی
تنظیمِ فوج جنگ سے پہلے بگڑ گئی — بسنے سے پہلے ظلم کی بستی اجڑ گئی

ہر قلبِ باشعور حقیقت کو پا گیا
حُرؒ شاہِ حق پناہ کے حلقے میں آگیا

ناحق سے حق کی ضرب اٹھائے نہ اٹھ سکی — فوجِ بنِ زیاد میں پھیلی ہے بیکلی
مظلومیت کے روبرو لرزاں ہے ہر شقی — رسوائی دیکھ لی ہے نظر نے یزید کی

یہ پہلی فتح پائی شہِ مشرقینؑ نے
دل رن میں حُرؒ کا جیت لیا ہے حسینؑ نے

اٹھا ہے یوں دلیر و جری جانبِ امام — فرزند اور بھائی کے ہمراہ ہے غلام
بڑھتے ہیں پیشوائی کو عباسؑ نیک نام — کہتے ہیں مسکرا کے پسر سے شہِ انام
صبر و ثبات و عزم و شجاعت میں فرد ہے
کہتے ہیں حُرؑ تو فطرتاً آزاد مرد ہے

فوجِ ستم میں جتنے تھے انسان آ گئے — یہ چار آدمی تھے مسلمان آ گئے
تہذیبِ انبیاؑ کے نگہبان آ گئے — تشنہ جگر حسینؑ کے مہمان آ گئے
نازک ہے وقت پرششِ حالات کیا کریں
مہماں ہے حُرؑ حسینؑ مدارات کیا کریں

صحرا میں یوں امام کے نزدیک آئے ہیں — آنکھیں بھری ہیں، اشکِ الم ڈبڈبائے ہیں
اس جرم پر کہ گھیر کے مولاؑ کو لائے ہیں — نادم ہیں شرمسار ہیں گردن جھکائے ہیں
پہلو میں حُرؑ کے اکبرؑ و عباسؑ ساتھ ہیں
رومال سے بندھے ہوئے غازی کے ہاتھ ہیں

قدموں پہ سر جھکا کے یہ بولے کہ اے حسینؑ — مجھ کو معاف کیجئے اے شاہِ مشرقین
اے رحمتِ تمام محمدؐ کے نورِ عین — اذنِ وغا ملے تو ملے میرے دل کو چین
مولاؑ کٹی ہے رات مری اضطراب میں
دیکھا ہے بار بار پیمبرؐ کو خواب میں

حُر کو گلے سے سرورِ دیں نے لگا لیا — بولے کہ میں ہوں تابعِ فرمانِ کبریا
بھائی میں خود چلا تھا مدینہ سے کربلا — تیرا کوئی قصور نہ تیری کوئی خطا
کیوں مجھ سے غمگسار مرا شرمسار ہے
میرا سفر مشیتِ پروردگار ہے

دیندار ہے کہ رہبرِ راہِ وفا ہے تو — دیندار ہے کہ پیکرِ صبر و رضا ہے تو
دیندار ہے کہ دشمنِ جور و جفا ہے تو — دیندار ہے کہ ناصرِ دینِ خدا ہے تو
لعل و گوہر الگ ہیں الگ سنگ و خشت ہے
تیرا مقام خاک نہیں ہے بہشت ہے

آرام کر کہ رات کا جاگا ہوا ہے تو — آرام کر کہ دور سے آیا ہوا ہے تو
آرام کر کہ غم کا ستایا ہوا ہے تو — آرام کر کہ دھوپ سے تونسا ہوا ہے تو
راحت کا انتظام مرا فرضِ عین ہے
لیکن عجیب حال ہے جس میں حسینؑ ہے

راحت کہاں نصیب کہ آب و غذا نہیں — سایہ نہیں ہے دشت میں ٹھنڈی ہوا نہیں
بچوں نے تین روز سے پانی پیا نہیں — لیکن یہ عرضِ حال ہے کوئی گلا نہیں
جو مجھ پہ آج بیت رہی ہے وہ بیت جائے
قرآں فتحیاب ہو، اسلام جیت جائے

حرؑ نے کہا کہ راہ میں راحت کہاں ملے منزل ملے ارم کی تو آرام جہاں ملے
خاطر یہی ہے میری کہ جلدی جناں ملے سوغات ہیں شفاعتِ شاہِ زماں ملے
تہذیب انبیا کی حمایت میں جان جائے
انسان کے حقوق کو انسان مان جائے

پائی رضا امام کی رن کو جری چلا لشکر کی سمت ناصرِ سبطِ نبیؐ چلا
لے کر علیؑ کا نام غلامِ علیؑ چلا سوئے اجل پیامبرِ زندگی چلا
اک آن میں حیات کا محور بدل دیا
دیکھو کہ آدمی نے مقدر بدل دیا

پشتِ فرس پہ بیٹھا ہے یوں شہ کا جاں نثار جیسے شگفتہ پھول سرِ شاخِ لالہ زار
جیسے نگینِ خاتمِ انگشتِ شہریار جیسے نگارِ صبح کی دستارِ زرنگار
مرکب ہے اپنے حسن میں طاؤس کی طرح
صحرا میں جگمگا اٹھا فانوس کی طرح

رفتارِ اسپ جیسے روانی سحاب کی طوفاں میں جیسے موج امنڈتی ہے آب کی
جیسے ہوا پہ اڑتی ہے خوشبو گلاب کی چلتی ہے جیسے پہلی کرن آفتاب کی
جس کی رگوں کے خون میں شعلہ وفا کا ہے
کہنے کو راہوار ہے، جھونکا ہوا کا ہے

آنکھیں کہ رشکِ نرگسِ شہلا کہیں جنہیں — وہ دلربا کنوتیاں غنچہ کہیں جنہیں
سُم اس قدر سبک ہیں کہ لالہ کہیں جنہیں — گردن کے بال گیسوئے لیلےٰ کہیں جنہیں
دُم کو چنورِ کہو تو جبیں آئینہ کہو
مضبوط پنڈلیوں کو ستونِ وفا کہو

طاعت شعار و پیکرِ ایثار ہے فرس — غافل نہیں سوار سے ہشیار ہے فرس،
رن میں رفیقِ شہؑ کا مددگار ہے فرس — دشمن کے پینتروں سے خبردار ہے فرس
فطرت ہے حق شناس رضا کارِ شاہ ہے
مرکب بھی اپنی جس سے حریفِ سپاہ ہے

باگیں کھنچیں سمندِ وفادار تھم گیا — معجز نگارِ سرعتِ رفتار تھم گیا
نزدِ سپاہ غازی و جرار تھم گیا — مہمانِ جانِ حیدرِ کرار تھم گیا
لشکر غلامِ شیرِ الٰہی سے ڈر گیا
سبطِ نبی کے ایک سپاہی سے ڈر گیا

دیکھا کہ فتنہ پرور و مکار ڈر گئے — محسوس کر لیا کہ ستمگار ڈر گئے
پیدل کا تذکرہ نہیں اسوار ڈر گئے — ہیبت دلوں پہ بیٹھی تو سردار ڈر گئے
دیکھا جدھر بھی شیر نے غیض و جلال سے
تھرا کے منہ چھپا لیا اعدا نے ڈھال سے

سہمی ہوئی سپاہ سی کہنے لگا دلیر　　سیدھی ہے حق کی راہ نہیں کوئی ایر پھیر
ناحق کو ترک کرنے میں لگتی نہیں ہے دیر　　حق کی سپر حسینؑ ہے شیرِ خدا کا شیر
مضراب کن کا چھیڑا ہوا ساز ہے حسینؑ
ہر دور کے رسول کی آواز ہے حسینؑ

جس کا پدر ہے پیکرِ ایماں وہ کون ہے　　نانا ہے جس کا مرسلِ دوراں وہ کون ہے
جس کے مکاں میں اترا ہے قرآں وہ کون ہے　　جس کے طفیل تم ہو مسلماں وہ کون ہے
افسوس راہ و رسمِ وفا جانتے نہیں
حیرت کہ تم رسولؐ کو پہچانتے نہیں

فرزند ہے علیؑ کا پسر ہے بتولؑ کا　　مولائے دو جہاں ہے نواسہ رسولؐ کا
جیسے کہ تخم پھول میں پکتا ہے پھول کا　　یہ بھی سبب ہے رحمتِ حق کے نزول کا
قرآں کے حرف حرف کی تفسیر ہے حسینؑ
ہاں دیکھ لو رسولؐ کی تصویر ہے حسینؑ

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو (غالب)　　میری سنو جو تم کو حقیقت کی چاہ ہو
پیغمبرِ خدا کے اگر خیر خواہ ہو　　اس راہ پر چلو جو محمدؐ کی راہ ہو
رشتہ شریف آدمی باطل سے توڑ کے
حق کی طرف پلٹتا ہے ناحق کو چھوڑ کے

اس فوج میں ہیں میرے رسالے کے سب سوار　　جو دھوپ میں تھے پیاس سے بیتاب و بیقرار
دکھتا تھا حلق چبھتے تھے سوکھی زباں میں خار　　بیہوش ہو کے خاک پہ گرتے تھے راہوار

دولت کی احتیاج میں ایماں کو بھول جائے
وہ آدمی نہیں ہے جو احساں کو بھول جائے

بارش مصیبتوں کی سرِ رہگذر ملی　　اشکوں میں غرق چشمِ حقیقت نگر ملی
کوفے میں قتل ہو گئے مسلمؑ خبر ملی　　لیکن جو ہم ملے تو کرم کی نظر ملی

پیاسوں کی بیکلی کا نظارا نہ کر سکے
دشمن کی تشنگی بھی گوارا نہ کر سکے

جاں سوزِ تشنگی سے بچایا حسینؑ نے　　بچوں کے حق کا آب پلایا حسینؑ نے
نقشِ خلوصِ دل پہ بٹھایا حسینؑ نے　　اخلاقِ مصطفےٰ کو بتایا حسینؑ نے

تہذیبِ انبیاؑ کا علمدار ہے حسینؑ
انسانیت کا قافلہ سالار ہے حسینؑ

شبیرؑ بار بار منگاتے تھے آبِ سرد　　انصار لیکے دشت میں آتے تھے آبِ سرد
عباسِ نامدار پلاتے تھے آبِ سرد　　بچے بھی دوڑ دوڑ کے لاتے تھے آبِ سرد

سوچو کہ جو تمہارے لئے دردمند ہے
پانی اسی غریب کے بچوں پہ بند ہے

پیاسا ہے کربلا میں محمدؐ کا نورِ عین
یہ ننھے ننھے بچوں کا گریہ، یہ شور و شین
اللہ یہ تحملِ سلطانِ مشرقین
دیکھو کہ ہے خلیلؑ کی صورت رخِ حسینؑ
نمرود سا ستم نہ سرِ دشت کیں کرو
اس آگ سے بھی پھول کھلیں گے یقیں کرو

ہے فوج کے حصار میں فرزندِ بوترابؑ
ساقیٔ سلسبیل کے گھر میں ہے قحطِ آب
قابو میں صبر کے ہے زمانے کا اضطراب
وہ سوزِ تشنگی ہے کہ ٹھنڈا ہے آفتاب
یہ کہہ کے تڑپے ماہیٔ بے آب کی طرح
آنسو اُبل اُبل پڑے سیلاب کی طرح

شمرِ لعین پکارا اسیرِ دشتِ کارزار
اے دلبرِ رسول کے تازہ رفیقِ کار
پھیلا نہ اپنی باتوں سے لشکر میں انتشار
ہجرت کی شب سے تھا ہمیں اس دن کا انتظار
تاریخِ جنگِ بدر کا انجام جان لو
تلوار جو بھی فیصلہ کر دے وہ مان لو

خنجر ملا تو حلقِ پیمبرؐ نہ مل سکا
پایا نبیؐ کا حلق تو خنجر نہ مل سکا
آئینہ توڑ دینے کو پتھر نہ مل سکا
ڈھونڈھا مگر رسولؐ کا پیکر نہ مل سکا
حیدرؑ ہمارے سارے صنم توڑتے رہے
ہم جتنے زخم کھاتے رہے جوڑتے رہے

یہ کہہ کے اس نے کھینچی کماں تر سر کیا　　آواز سے کڑک کی بیاباں لرز گیا
لہروں نے ارتعاش کی بن کو ہلا دیا　　انسانیت نے بیٹ کے منہ سر جھکا لیا
ناوک کو کاٹا شیر نے قرطاس کی طرح
لہرائی تیغ پرچم عباسؑ کی طرح

گونجی فضا کہ جھن سے کھینچی تیغِ آب دار　　خیرہ ہوئی چمک سی نگاہِ ستم شعار
تھا تیغ زن رفیقِ شہنشاہِ روزگار　　برسا لہو تو بیٹھ گیا دشت کا غبار
حملہ کیا تھا ناصرِ سبطِ رسولؐ نے
توڑا تھا اپنی چوٹ سے پتھر کو پھول نے

بولے کہ میں ہوں ناصرِ دلبندِ فاطمہؑ　　مرشد ہے میرا وارثِ سلطانِ انبیاؑ
رہبر ہے میرا قوتِ بازوئے مجتبیٰؑ　　آقا ہے میرا لختِ دلِ شاہِ لافتیٰ
خیر الامم کا لال شہِ مشرقین ہے
سن لو کہ کائنات کا مولا حسینؑ ہے

جس کو نبی نے گود میں پالا ہے وہ حسینؑ　　جو روشنیٔ گنبدِ خضریٰ ہے وہ حسینؑ
جو یادگارِ سیدہؑ بطحیٰ ہے وہ حسینؑ　　جو کائناتِ صبر میں یکتا ہے وہ حسینؑ
جس کی ادا نماز کو حسنِ قبول دے
جس کے لئے رسول بھی سجدے کو طول دے

ہمر تبہ خلیلؑ ہے مظلومِ کربلا — صورت ہے جس کی صورتِ محبوبِ کبریا
ہو کلمہ گو تو یاد کرو قولِ مصطفےٰؐ — دشمن ہے جو حسینؑ کا ہے دشمنِ خدا

ہے دین اور دین کا پیغام بھی حسینؑ
قرآن بھی حسینؑ ہے اسلام بھی حسینؑ

یہ تھی رجز غلامِ شہِ ذوالفقار کی — چمکی جدھر حسام حرِ ذی وقار کی
حالت اُدھر تھی خوف کی یا انتشار کی — ملتی نہ تھیں سپاہ کو راہیں فرار کی

آئینۂ حسام میں جلوہ ہے نور کا
یا کربلا میں شعلہ لپکتا ہے طور کا

یہ تیغ حریت کے سپاہی کی جان ہے — اربابِ علم و حکمت و دانش کی آن ہے
آزادیٔ ضمیر کے حق کا نشان ہے — تہذیب کا وقار، تمدن کی شان ہے

یہ تیغ جاگ اُٹھتی ہے احساس کی طرح
شیشے کو کاٹ دیتی ہے الماس کی طرح

ذی جاہ و ذی وقار ہے ذی شان ہے حری — ڈالی ہے جس نے لشکرِ دشمن میں تھرتھری
کاٹی ہے جس کی تیغ نے شاخِ ستمگری — ہے جنگِ حریت تو لرزتی ہے قیصری

ڈھالیں اُٹھا کے تیغِ دو پیکر کو روک دے
ہے کون جو حسینؑ کے یاور کو ٹوک دے

مصروفِ حرب و ضرب تھا صحرا میں شیرِ نر — وہ فوج کا ہجوم وہ انبوہِ اہلِ شر
کٹتے تھے اہلِ ظلم کہ تلوار تھی نظر — لرزاں تھے ڈر سے لعیں ستمگار و بدسیر
فتنے جفا و جور کے سانچے میں ڈھال کے
بیٹھے لگا کے گھات کمانیں سنبھال کے

ناگاہ اک شجر کے قریں سے ہوا گزر — مارا کسی نے تیر بہادر کی پشت پر
تیغِ ستم نے چاک کیا فرقِ خوش سیر — نوکِ سناں نے چھید دیا سینۂ و جگر
آواز دی حسینؑ کو مہماں گزر گیا
سرکار کا غلامِ وفادار مر گیا

آوازِ حُرؓ کو سُن کے ہوئے مضطرب امام — میداں کی سمت ڈال کے اسپِ سبک خرام
یوں آ رہے ہیں حُر کے قریں شاہِ خاص و عام — ابرو پہ بل ہیں ہاتھ میں ہے قبضۂ حسام
اکبرؑ ہیں ہم رکاب تو عباسؑ ساتھ ہیں
سرورؑ کے رن میں باقی ابھی دونوں ہاتھ ہیں

شبیرؑ حُر کا چاکِ جگر دیکھنے لگے — رن میں شگافِ سینہ و سر دیکھنے لگے
پلکوں میں خونِ دیدۂ تر دیکھنے لگے — دیکھا نہ جا رہا تھا مگر دیکھنے لگے
مہماں ہے خوش نصیب شہِ مشرقین کا
تکیہ بنا ہے دشت میں زانو حسینؑ کا

دستِ شفا سے صاف کیا خون آنکھ کا چاکِ جگر پہ ڈال دیا دامنِ عبا
کہنے لگا یہ حرؒ سے شہنشاہِ کربلا، زخمِ جبیں پہ باندھ کے رومالِ فاطمہؑ

اے بھائی تیرے درد کا درماں نہ کر سکا
نادم ہوں میں کہ خاطرِ مہماں نہ کر سکا

زانو پہ سر لئے ہیں مرا شاہِ روزگار حرؒ نے کہا کہ اس سے سوا ہوگا کیا وقار
رکھے ہیں پانو گود میں عباسؑ نامدار سینے پہ ہاتھ رکھے ہے اکبرؑ سا غمگسار

خاطر یہ کم نہیں ہے دلِ ناصبور کی
رومالِ فاطمہؑ ہے نشانی حضور کی

مشکل نہیں ہے کوئی کہ مشکلکشا بھی ہیں مولا مرے قریب شہِ انبیاء بھی ہیں
شاید حجابِ نور میں خود فاطمہؑ بھی ہیں بالیں پہ میری سبز قبا مجتبیٰؑ بھی ہیں

عزت بڑھی ہے آپکے قدموں کو چوم کے
مجھ کو گلے لگا لیا رحمت نے جھوم کے

بالیں سے مہماں کی اُٹھے شاہِ ذی وقار یہ کہتے کہتے چپ ہوا سرورؑ کا جاں نثار
جیسے خزاں نے چھین لیا ہو گلِ بہار میت اٹھائی خاک سے یوں ہو کے بیقرار

شہؑ بولے یہ شہید حمیت میں فرد تھا
خوددار تھا دلیر تھا آزاد مرد تھا

زخمِ فراقِ ہمدم و ناصر سیئے ہوئے
آنسو ہیں تین روز کے پیاسے پیئے ہوئے
میت ہیں رن میں سروِ رواکبرؑ لیئے ہوئے
عباسؑ چل رہے ہیں سہارا دیئے ہوئے
کاندھا ملا ہے حرؑ کو شہِ مشرقینؑ کا
لیکن اٹھا نہ دشت میں لاشہ حسینؑ کا

کس کس طرح بدلتی ہے دنیا نہ پوچھیئے
وہ وقت جب حسینؑ تھے تنہا نہ پوچھیئے
جب گل ہوئی تھی شمعِ تمنا نہ پوچھیئے
میداں میں مرگِ دلبرِ لیلا نہ پوچھیئے
صحرا میں گونجتے ہوئے زینبؑ کے بین تھے
میت پہ نوجواں کی اکیلے حسینؑ تھے

شہ لاشِ حرؑ کو گنجِ شہیداں میں لیکے آئے
اک اور پھول گلشنِ ایماں میں لیکے آئے
اک اور زخم قلبِ پریشاں میں لیکے آئے
اک اور چاک صبر کے داماں میں لیکے آئے
شبیرؑ نے کہا کہ رفاقت میں فرد تھا
اللہ مغفرت کرے آزاد مرد تھا

بالوں کو سر کے کھول کے زینبؑ نے کی فغاں
اے ناصرِ غریب، رفیقِ شہِ زماں
کس وقت تو ہوا مرے بھائی کا مہماں
نادار جب ہیں دشت میں سلطانِ دوجہاں
ہم دو گھڑی بھی خاطرِ مہماں نہ کر سکے
راحت کا تیری کوئی بھی ساماں نہ کر سکے

نرغے میں دشمنوں کے گرفتار ہیں حسینؑ　　بیچارگی نے گھیرا ہے ناچار ہیں حسینؑ
کرنا ہمیں معاف کہ نادار ہیں حسینؑ　　بیکس ہیں بیدیار ہیں بے یار ہیں حسینؑ
اشکوں کو رن میں اذنِ روانی نہ دے سکے
وقتِ اجل بھی ہم تجھے پانی نہ دے سکے

انداز ہے انیسؔ کا لہجہ دبیرؔ کا　　نظمیؔ کہا ہے آپ نے کیا خوب مرثیہ
زیرِ قدم ہے منبرِ ذکرِ شہِ ھدا　　حق کی طرف سے آپ نے پایا یہ مرتبہ
مقبولیت ملی ہے بیان و کلام کو
روشن کیا ہے ذاکر و شاعر کے نام کو

رات عاشور کی تمہیدِ شہادت ٹھہری　　سرفروشی کی قسم رسمِ شجاعت ٹھہری
ذوقِ نصرت کی ادا موت کی حسرت ٹھہری　　آخری بندگی معراجِ عبادت ٹھہری

جدولِ مصحفِ تسلیم مکمل کردی
سجدۂ شکر نے تلوار پہ صیقل کردی

ہر مجاہد نے شہادت کا سفر ہونے تک　　بوسے خنجر کے لیے رات بسر ہونے تک
دل کو تسبیح سے بہلایا سحر ہونے تک　　حمد کی، سوکھی زباں خون سے تر ہونے تک

اِس طرف صبر تھا ایثار تھا خودداری تھی
اُس طرف فوج تھی قاتل تھے جفاکاری تھی

اُس طرف مرکزِ شورش تھا اِدھر خیرِ امم — اُس طرف پرچمِ باطل تھا اِدھر حق کا علم
اُس طرف شام کی ظلمت تھی اِدھر شمعِ حرم — اُس طرف جبر و تشدد تھا اِدھر رحم و کرم
اُس طرف جھوٹ ابلتا تھا سمندر کی طرح
اِس طرف سچ کی حمایت تھی پیمبر کی طرح

اِس طرف طاعت و تسلیم اُدھر بغض و عناد — اِس طرف امن اُدھر فتنہ گرانِ الحاد
اِس طرف نعرۂ تکبیر اُدھر شورِ فساد — اِس طرف عترتِ اطہار اُدھر ابنِ زیاد
دو ضدیں دیکھیں گل و خار کی پہچان ہوئی
ظلم کے سامنے ایثار کی پہچان ہوئی

صبح کی پہلی کرن دامنِ شب سے پھوٹی — آسماں صاف ہوا رخ سے سیاہی چھوٹی
مہر نے رونقِ بازارِ کواکب لوٹی — تاجِ پیشانیٔ ناہید کی کلغی ٹوٹی
سوزِ تکبیر وہ اکبرؑ سے جواں کی آواز
مسجدیں جھوم گئیں سُن کے اذاں کی آواز

اپنے خیموں سے نکلنے لگے انصارِ حسینؑ — اپنے کردار میں ہمصورتِ کردارِ حسینؑ
اپنی خوشبو میں برابر گلِ گلزارِ حسینؑ — کوئی تمثیل نہیں ایسے وفادارِ حسینؑ
موت سے آنکھیں لڑاتے ہوئے غازی آئے
رن میں آیاتِ وفا بن کے نمازی آئے

جب بیاباں میں مجاہد ہوئے مشغولِ نماز — یک بیک کڑکی کماں بجنے لگے جنگ کے ساز
تیر آ آ کے گرے پیشِ شہِ بندہ نواز — خون سے بھیگ گیا پیکرِ سلطانِ حجاز
شکرِ حق کرتے ہوئے سبطِ پیمبرؐ اٹھے
جنگ ٹھہری تو مصلّوں سے بہتّر اٹھے

بولے عباسؑ ابھی دامنِ صحرا اُلٹے — شام اک آن میں اک آن میں کوفہ اُلٹے
پیاسے بچوں کی طرف نہر کا دھارا اُلٹے — شاہ فرمائیں تو بہتا ہوا دریا اُلٹے
تن سے سر دور گریں جنگ کا نقشہ پلٹے
ہو جو مولا کی اجازت تو زمانہ پلٹے

بولے قاسمؑ کہ چچا جان لڑیں کیا ہے ضرور — فوج بزدل ہے مری تیغ ہی کافی ہے حضور
تشنگی آگ ہے سینے میں سلگتا ہے تنور — پھر بھی ٹھہرے گی نہ میداں میں سپاہِ مغرور
مجھ کو بھی دیکھئے قرآن کے ماخذ کی طرح
کاٹ دوں لشکرِ سفاک کو کاغذ کی طرح

بولے یہ عون و محمدؑ شہِ صفدر کی قسم — روحِ جعفرؑ کی قسم فاتحِ خیبر کی قسم
شیرِ زہراؑ کی قسم خونِ پیمبرؐ کی قسم — حرفِ قرآں کی قسم داورِ محشر کی قسم
تیغ کی [illegible] سے بڑھیں گے نہ یہ بڑھنے والے
[illegible] اُتر جائیں گے چڑھنے والے

دشت میں دُھوم ہوئی حرؑ دلاور آیا　　آنے والوں میں پسر آیا برادر آیا
اور غلام آیا تو قسمت کا سکندر آیا　　پیش قدمی کے لیے دلبرِ سرور آیا

اے خوشا بخت کہ حرؑ آ گئے عترت کی طرف
یوں جہنم سے پلٹ آتے ہیں جنت کی طرف

بے زباں گود میں ہے صدق پناہی کی طرح　　پیاس میں جلتی ہوئی حق کی گواہی کی طرح
رن میں آنا ہے اِسے شیرِ الٰہی کی طرح　　یہ بھی شامل ہے بہتر میں سپاہی کی طرح

صبر سے ظلم نے یوں مات نہ کھائی ہوگی
صدیوں صدیوں جو رہے ایسی لڑائی ہوگی

گوشۂ چشم سے شبیرؑ نے لشکر دیکھا　　صبر اور حوصلہ دونوں کو برابر دیکھا
پھول کی پتی میں الماس کا جوہر دیکھا　　نرم ڈالی میں لچکتا ہوا خنجر دیکھا

جن کی دانش میں نہیں شائبۂ ضد یارو
ایسے ہوتے ہیں محمدؐ کے مجاہد یارو

بادشاہوں کی فتوحات نہیں ہیں اسلام　　کربلا دیکھو تو سمجھو گے محمدؐ کا پیام
والیٔ شام کی بیعت سے یہ انکارِ امام　　اپنے مفہوم میں ہے فطرتِ آزاد کا نام

کربلا آہ نہیں ہے کسی فریادی کی
ہر بشر کے لیے بنیاد ہے آزادی کی

مکتب علم میں قرآں کا ورق ہے اسلام　　عقل و دانش کے گلابوں کا طبق ہے اسلام
جبرِ شاہی سے تصادم کا سبق ہے اسلام　　خونِ اولادِ پیمبر کی شفق ہے اسلام
اس شفق زار میں اسلام کا منظر دیکھو
تیر کے سامنے چھ ماہ کا اصغرؑ دیکھو

درسِ اسلام ہے مخلوق پہ شفقت کرنا　　بے تکلف بنی آدم سے محبت کرنا
ظلم کے سامنے تائیدِ عدالت کرنا　　حکمراں جب کوئی جابر ہو بغاوت کرنا
کربلا فطرتِ بیداد کی تنسیخ بھی ہے
دینِ اسلام کی منہ بولتی تاریخ بھی ہے

ایسی تاریخ کہ ہے قوتِ تحریکِ حیات　　ایسی تاریخ کہ تہذیب کو ملتا ہے ثبات
ایسی تاریخ کہ ہے مہر و وفا کی سوغات　　ایسی تاریخ کہ ہے پیاس کو دامن میں فرات
ایسی تاریخ کہ ہر دل میں سما جائے حسینؑ
غیر مسلم بھی محبت سے کہے ہائے حسینؑ

ایسی تاریخ کہ ڈر موت کا باقی نہ رہا　　ایسی تاریخ کہ پیمانۂ شاہی ٹوٹا
ایسی تاریخ کہ رسوا ہوئے اربابِ جفا　　ایسی تاریخ کہ مظلوم کا پرچم اٹھا
ایسی تاریخ کہ اسلام کا معیار بنی
صبر کے ہاتھ میں جب آ گئی تلوار بنی

اسلحہ خانۂ اسلام کے ہتھیار تو دیکھ　　پنجۂ شکر میں تسلیم کی تلوار تو دیکھ
ترکشِ مہر و وفا ناوکِ ایثار تو دیکھ　　صبر کا ڈھالا ہوا گرزِ گراں بار تو دیکھ

جنگ کی بات نہیں موت بھی سَر ہوتی ہے
حمزہؓ کا خود محبت کی سپر ہوتی ہے

یہی نیزے یہی تیغیں یہی پیکان و تبر　　لے کے آیا ہے پئے جنگ محمدؐ کا پسر
انہی ہتھیاروں سے حاصل ہوئی ایماں کو ظفر　　زخم لگتا تھا اِدھر خون برستا تھا اُدھر

ایسے ہتھیار جو راتوں کو سویرا کر دیں
شام کے شہر میں یثرب کا اجالا کر دیں

اک جوانی کی نظر حق کے نبیؐ کی ہیبت　　اک تبسم کی ادا شیرِ خداؑ کی ضربت
ایک پیاسے کا علم حسنِ وفا کی عزت　　ایک سجدے کا شرف سارے جہاں کی قیمت

ہر زمانے میں ظفر یاب ہوا کرتے ہیں
ایسے ہتھیار تو نایاب ہوا کرتے ہیں

ایسے ہتھیاروں کی جھنکار میں ہی سازِ صفات　　ایسے ہتھیاروں کا ہر خط ہی خطِ راہِ نجات
ایسے ہتھیاروں کے دامن سے برستی ہے فرات　　ایسے ہتھیاروں کو کہتے ہیں شہیدوں کی حیات

دارِ فانی میں تنِ خاک بدل دیتے ہیں
جسم کی بلکی پوشاک بدل دیتے ہیں

یہی ہتھیار ہیں اللہ کا احسان و کرم — یہی ہتھیار ہیں خالق کے پیمبر کا حشم
یہی ہتھیار ہیں صد زینتِ موتو دِ حرم — یہی ہتھیار ہیں ایماں کے سپاہی کا بھرم

ان ہی ہتھیاروں سے مقبول بشر ہوتا ہے
پیاس کی راہ سے جنت کا سفر ہوتا ہے

ظلمتِ شب سے عیاں نورِ سحر کرتے ہیں — گوشۂ خاک کو ہمدوشِ قمر کرتے ہیں
دشمنِ جاں کی سنانوں میں بسر کرتے ہیں — جو زمینوں سے بہشتوں کا سفر کرتے ہیں

بچہ بچہ ہے یہاں بازوئے احمدؐ کی طرح
کون ہوتا ہے جری عونؑ و محمدؑ کی طرح

بنتِ مولائے جہاں زینبؑ مضطر کے پسر — جن کے چہروں کی تجلی سے ہیں تابندہ قمر
نرگسی آنکھ کے ڈورے ہیں رگِ غنچۂ تر — جن کے رخسار کی سرخی شفقِ آلودِ سحر

حسن ہیں جعفرؑ طیار کے خوابوں کی طرح
جن کی ہر سانس ہے خوشبو میں گلابوں کی طرح

جن کو زینبؑ کے گلستاں کی کلی کہتے ہیں — جن کے اخلاق کو اخلاقِ ولی کہتے ہیں
جن کو اسلام کی آیاتِ جلی کہتے ہیں — جن کو فانوسِ حسینؑ ابن علیؑ کہتے ہیں

شمعِ ایثار و شجاعت کو فروزاں کر دیں
جس طرف نکلیں بیاباں میں چراغاں کر دیں

خیمۂ مادرِ مضطر میں اجازت کے لیے — آئے وہ دونوں پسر آخری رخصت کیلئے
مہربانی کے لیے ماں کی محبت کے لیے — خشک ہونٹوں کی دعا کے لیے شفقت کیلئے
بولے مادر سے رضا دیجئے مرجانے کی
منزلِ راہِ شہادت سے گزر جانے کی

سرخیٔ خونِ شجاعت سے دمکتے چہرے — ماں نے کچھ دیر تو شفقت کی نظر سے دیکھے
پیار کی بانہوں میں پھر بھینچ کے دونوں بیٹے — مامتا سے کبھی عارض کبھی ماتھے چومے
بولیں زینبؑ کہ مرے دودھ کی قیمت ہے یہی
تم ہو شبیرؑ پہ قرباں مری حسرت ہے یہی

تم ہو اس جنگ میں جعفرؑ کی شجاعت کا نشاں — تم ہو اس جنگ میں حیدرؑ کی امامت کا نشاں
تم ہو اس جنگ میں احمدؐ کی نبوت کا نشاں — تم ہو اس جنگ میں اسلام کی طاقت کا نشاں
پاؤں باطل کے کٹیں عمروؔ کے مرکب کی طرح
شمر کو مارنا میدان میں مرحب کی طرح

باپ کے رشتے سے ہو تم جعفرِ طیارؑ کی یاد — ماں کے رشتے سے ہو تم حیدرِ کرار کی یاد
دونوں رشتوں سے ہو تم سیدِ ابرار کی یاد — کعبۂ شکر و رضا قبلۂ ایثار کی یاد
دونوں رشتوں سے جری ابنِ جری کہتے ہیں
لوگ جعفرؑ تو کبھی تم کو علیؑ کہتے ہیں

دونوں پیکار کریں شیرِ جری کی صورت ایک جعفر کی طرح ایک علیؑ کی صورت
چبھنا دشمن کے کلیجے میں انی کی صورت فوج کے دل میں اتر جانا چھری کی صورت

حوصلہ مند سپاہی ہو خردمند ہو تم
فوج بھی مان لے زینب کے جگر بند ہو تم

مارنا دشت میں چُن چُن کے ستمگاروں کو زد پہ تلواروں کی رکھ لینا علمداروں کو
رن میں للکارنا یوں فوج کے سالاروں کو منہ چھپاتے نہ بنے شام کے خونخواروں کو

نصرتِ دینِ پیمبر کرو حیدرؑ کی طرح
ڈیرے لشکر کے اکھاڑو درِ خیبر کی طرح

ہم تڑپتے ہیں سدا نوعِ بشر کے غم سے رشتۂ درد ہمارا ہے بنی آدم سے
ہم گزرتے ہی رہے تیغِ ستم کے خم سے ابتدا رسمِ شہادت کی ہوئی ہے ہم سے

نوعِ انساں کی فضیلت کے جوازوں کے لیے
ہم وضو خون سے کرتے ہیں نمازوں کے لیے

ہم نے اسلام کی رکھی ہے جہاں میں بنیاد ہم نے تہذیب کی قدروں کو کیا ہے ایجاد
ہم نے پہونچائی ہے کمزور بشر کو امداد ہم نے انساں کے ضمیروں کو کیا ہے آزاد

حاکمِ شام کی بیعت ہمیں منظور نہیں
موت منظور ہے ذلت ہمیں منظور نہیں

جاؤ میدان میں پوشاکِ شہادت پہنو　　صورتِ زخمِ جبیں تاجِ فضیلت پہنو
جو ہمیشہ رہے وہ جامۂ رحمت پہنو　　جو عطا کرتا ہے اللہ وہ خلعت پہنو
ناصرِ بادشہِ عالمِ امکاں ہونا
ہو مبارک تمہیں شبیرؑ پہ قرباں ہونا

چشمِ ایثار کو اشکوں سے نہ بھرنا بیٹا　　پیاس میں تذکرۂ آب نہ کرنا بیٹا
پیاسے شبیرؑ ہیں تم پیاسے ہی مرنا بیٹا　　نہر کی سمت سے ہو کر نہ گزرنا بیٹا
دونوں تلواریں تمہاری تو ہیں لشکر کے لیے
نہر مخصوص ہے عباسؑ دلاور کے لیے

پردۂ خیمۂ مادر کو اٹھا کر دونوں　　آئے میدانِ شجاعت میں برادر دونوں
بیٹھے گھوڑوں پہ چلے صورتِ حیدرؑ دونوں　　تیغیں چمکانے لگے فوج کے اندر دونوں
پہلواں بھاگے نہ جراروں کے آگے ٹھہرے
کس میں ہمت تھی کہ تلواروں کے آگے ٹھہرے

خود پہنے ہوئے سر سخت تھے پتھر کی طرح　　تھے مگر عونؑ و محمدؑ شہِ صفدر کی طرح
ضرب دشمن پہ لگاتے رہے حیدرؑ کی طرح　　کٹ کے سر گرتے رہے مرحب و عنتر کی طرح
تاب لاتے نہ بنی تیغِ وفاداری کی
دھجیاں اڑ گئیں پوشاکِ جفاکاری کی

بن میں خیمے کی طرف سے جو ہوائیں آئیں قلبِ مادر کے دھڑکنے کی صدائیں آئیں
دھوپ جب آئی تو شفقت کی گھٹائیں آئیں سایہ کرتی ہوئی زینب کی دعائیں آئیں

پیار کا ابر برس کر بھی سمندر نہ ہوا
پانی دو بوند بھی پیاسوں کو میسر نہ ہوا

دونوں تیغیں تھیں رواں گردشِ دوراں جیسے دونوں مرکب تھے رواں تختِ سلیماں جیسے
دونوں تیغیں تھیں رواں نیرِ تاباں جیسے دونوں مرکب تھے رواں نوح کا طوفاں جیسے

دونوں تیغیں تھیں کڑکتی ہوئی بجلی کی طرح
دونوں رہوار تھے اٹھتی ہوئی آندھی کی طرح

دونوں کرتے تھے وغا حیدرِ صفدر جیسے کشتے اعدا کے بچھے خاک پہ بستر جیسے
سر تھے دشمن کے لڑھکتے ہوئے پتھر جیسے خون صحرا میں ابلتا تھا سمندر جیسے

وہ عرق آیا بنِ سعد کا چہرا بھیگا
ایسی برسات ہوئی خون کی صحرا بھیگا

ایک بھگدڑ سی پڑی لشکرِ ستمگاروں میں کوئی ہمت رہی باقی نہ خطاکاروں میں
حوصلہ اور بڑھا شہ کے وفاداروں میں کتنا پانی تھا برستی ہوئی تلواروں میں

پہلواں بڑھ کے جو آیا وہ جگر چاک ہوا
خاک پر تیغ سے دو ہو کے گرا خاک ہوا

دونوں شیروں نے کیے فوج پہ حملے پیہم
میمنہ ٹوٹا ہوا میسرہ درہم برہم
تھے علمدار جو لرزاں تو لرزتے تھے علم
خوف یہ تھا کہ جماتے سے نہ جمتے تھے قدم
شور موقوف ہوا فوج کے نقاروں کا
دبدبہ رن میں تھا تلواروں کی جھنکاروں کا

اِسطرف دونوں جری رزم و وغا میں یکتا
اُسطرف اہلِ ستم مکر و دغا میں یکتا
اِسطرف دونوں جری صبر و رضا میں یکتا
اُسطرف دشمنِ دیں جور و جفا میں یکتا
ترکشِ فتنہ و بیداد میں ناوک بھر کے
چھپ کے بیدرد عقب میں چلے سازش کر کے

دونوں تھے محوِ وغا رن میں ستمگاروں سے
سر بچاتے تھے عدو ہاشمی تلواروں سے
دیر تک لڑتے رہے فوج کے سرداروں سے
خونِ دل جلنے لگا پیاس کے انگاروں سے
فوجِ سرکش کی کئی بار تو پسپائی کی
حد مگر ہوتی ہے انساں میں توانائی کی

جمع پھر ہو گئے جو بھاگ گئے تھے ڈر کے
مستعد ہو گئے بیٹھے تھے جو سازش کر کے
تھا ارادہ کہ کریں ظلم و ستم جی بھر کے
سب تھے وہ دشمنِ دیرینہ نبیؐ کے گھر کے
اونچے اشجار کی شاخوں پہ ستمگر بیٹھے
تاکہ ہر تیر دلیروں کے جگر پر بیٹھے

ظلمتِ شب نے سویروں کا نشانہ باندھا ریزۂ سنگ نے شیشوں کا نشانہ باندھا
ہر کماندار نے سینوں کا نشانہ باندھا دونوں شیروں کے کلیجوں کا نشانہ باندھا

یک بیک تیر چلے چھد گئے پہلو دونوں
سر پہ یوں تیغ لگی کٹ گئے ابرو دونوں

دی صدا عونؑ و محمدؑ نے کیا شہؑ کو سلام ڈال کر گھوڑے کو سرپٹ چلے صحرا میں امام
پہنچے جب دونوں دلیروں کے قریں شاہِ انام دیکھا ہیں خون میں ڈوبے ہوئے دونوں گلفام

پیار سے جھک گئے سینے سے لگائیں لاشیں
انا للہ کہا اور اٹھائیں لاشیں

شاہ زینب کے قریں سر کو جھکا کر بیٹھے اشک بہ جھلکی ہوئی آنکھوں سے بہا کر بیٹھے
درد کی ٹیس اٹھی دل کو دبا کر بیٹھے بارِ غم دو جواں شیروں کا اٹھا کر بیٹھے

رو کے زینب نے کہا پیشِ خدا ہو مقبول
اے مرے بھائی مری نذرِ وفا ہو مقبول

سجدۂ شکر پہ زینب کے شۂ تشنہ جگر اور بھی روتے ہوئے اور بھی غم سے مضطر
بولی ہمشیر کہ اے بھائی تصدق خواہر ہوتے سو بیٹے تو میں کرتی فدا بھائی پر

فطمیؑ دلخزیں صد بارِ محن لے کے چلے
پُرسا ہمشیر کو سلطانِ زمن دے کے چلے

پھول نے حسنِ تبسم سے کلی کو دیکھا
نرگسِ چشمِ پیمبرؐ نے ولی کو دیکھا
آئینۂ صورتِ احمدؐ کے مقابل رکھ کر
عکسِ محبوبؐ میں خالق نے علی کو دیکھا

کلکِ قدرت نے بہ عنوانِ جلی لکھا ہے
نقشِ پیشانیٔ مرسلؐ میں ولی لکھا ہے
ردِ مشکل کے لئے حق نے سرِ دوشِ حبیبؐ
حلقۂ مہرِ رسالت میں علیؓ لکھا ہے

سلطانِ بزمِ انبیاء مشکل کشا کہیے
اللہ تیغ دے تو شۂ لافتی کہیے
اس شخص کے یقین کا عالم نہ پوچھیے
جو مر کے بھی جی اٹھے تو علی کو خدا کہیے

زینتِ خانۂ شبیرؑ قاسمؑ
جلوۂ چشمِ پیمبرؐ قاسمؑ
جانِ حیدر رہے تو ہے روزِ جزا
قاسمِ جنت و کوثر قاسمؑ
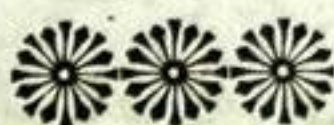
ہوتا ہے شب کا چرخ سے عہدِ وفا تمام　　مٹتے ہیں آسماں سے نقوشِ ضیا تمام

اٹھتے ہیں بزمِ ماہ سے اخترِ لقا تمام　　کرتا ہے اہتمامِ سفر قافلہ تمام

رخصت فلک سے ہونے لگے دلبرانِ شب

ساماں سفر کا کرنے لگی کہکشانِ شب

رختِ سفر کو باندھ رہے ہیں نجومِ لیل　　ظلمت کا چھٹ رہا ہے جبینِ فلک سے میل

موجِ شفق ہے شرق میں جیسے لہو کی سیل　　مشغولِ حقِ حیات ہے والشمس کے طفیل

نجمِ سحر مثالِ جبینِ نیاز ہے

دامن عروسِ صبح کا جائے نماز ہے

ہے کائنات، مسجدِ معبودِ بے نیاز — اشجار ہیں قطار میں جیسے صفِ نماز
منقارِ عندلیب مناجات کا ہے ساز — صورت ہیں سجدہ گاہ کی گلہائے دلنواز

مہرِ سحر امامِ نمازِ نہار ہے
گردوں پہ چاند عابدِ شب زندہ دار ہے

موجِ رواں ہے شبنمِ گلشن پے وضو — مضطر ہے مرغِ قبلہ نما ہو کے قبلہ رو
نرگس کی آنکھ ہے مصروفِ جستجو — کوئل پکارتی ہے گلستاں میں تو ہی تو

ہے نقشِ گل نوشتۂ تشریح کی طرح
تازہ کلی ہے دانۂ تسبیح کی طرح

سبزہ چمن میں جیسے مصلیٰ بچھا ہوا — ڈالی میں پھول رحل پہ قرآں کھلا ہوا
ہر دستِ برگ عرش کی جانب اٹھا ہوا — رب سے ہے اپنے حق میں دعا مانگتا ہوا

خاکِ چمن سے جوئے کرم متصل رہے
یا رب نمودِ سبزہ و گل مستقل رہے

قلبِ جبل ہے یادِ الٰہی میں اشکبار — سوزِ درونِ کوہ کا آنسو ہے آبشار
دریا میں یوں حباب اُبھرتا ہے بار بار — جیسے نشانِ سجدہ سرِ موجِ بے قرار

اُٹھتی ہے لہر دامنِ دریا میں اس طرح
سجدہ سے سر نمازی اٹھاتا ہے جس طرح

گیتی کا ذرّہ ذرّہ اطاعت گزار ہے   پابستۂ مشیتِ پروردگار ہے
پیکر میں تابِ برق ہے سوزِ شرار ہے   لیکن رضائے حق کے لئے خاکسار ہے
پابندِ نظم و ضبط خدا کی خوشی سے ہے
اے خاک فرشِ مجلسِ دنیا تجھی سے ہے

جیسے خمِ رکوعِ نمازی دھنک کا خم   لبیک کہہ رہا ہے لبِ رعد دمبدم
خوفِ خدا سے رہتی ہے بادل کی آنکھ نم   بارش ہے جیسے دیدۂ عارف کے اشکِ غم
ہے طاعتِ خدا کہ چمن میں ہوا چلے
ورنہ کہاں مجال کہ بادِ صبا چلے

ترسیدہ قلبِ برقِ تپاں ہے سحاب میں   جلوہ نما ہے خوفِ خدا پیچ و تاب میں
جب مچھلیوں کے کھلتے ہیں لب اضطراب میں   چپکے سے نام لیتی ہیں خالق کا آب میں
دریا کی موج اپنا سفینہ ڈبو گئی
رب کی تلاش تھی تو سمندر میں کھو گئی

مغرب کے وقت چاند ستارے بصد نیاز   نکلے ہیں اپنے برجِ شرف سے پئے نماز
کر کے تجلیوں سے وضو اخترانِ ناز   ہوتے ہیں کہکشاں کے مصلّے پہ سرفراز
قندیلِ بندگی کو فروزاں کئے رہے
تارے تمام رات چراغاں کئے رہے

نکہت فشاں فضا میں ہے دامانِ بوستاں کیا جانے کس طرف چلا خوشبو کا کارواں
جلتے ہوئے اگر کا مہکتا ہوا دھواں تحلیل ہو رہا ہے سرِ بزمِ لامکاں
اٹھتا ہے شعلہ شمع کا تعظیم کے لئے
مضطر ہے لو چراغ کی تسلیم کیلئے

قائم ہیں اپنے حال میں اشجارِ کوہسار کھولے ہیں منہ دعا کے لئے پربتوں کے غار
ہے آبشار شوقِ عبادت میں بے قرار پتھر پہ گر کے سر کو پٹکتا ہے بار بار
مشکل سفر ہے سخت ہیں جادے تلاش کے
دیکھا ہے موجِ آب نے پتھر تراش کے

موجِ غمِ عذاب ہے موجِ شراب میں جیسے کہ دل کا ڈر نظر آتا ہے خواب میں
ہو کر ہوا اسیر حصارِ حباب میں کرتی ہے بار بار دعا پیچ و تاب میں
پروردگار قیدیِ زنداں کو چھوڑ دے
گھٹتا ہے دم حباب کی دیوار توڑ دے

موجِ شمیمِ باغ پریشاں ہے کو بکو کرتی ہے بادِ صبح گلستاں میں جستجو
بنتی ہے داغ سینۂ لالہ کی آرزو ہے سوسنِ چمن کی زباں محوِ گفتگو
قمری گلے میں طوقِ اطاعت کو ڈال کے
گلشن میں گونجتی ہے کلیجہ سنبھال کے

سورج کے منہ کو تکتا ہی سورج مکھی کا پھول　　انوار کے دیار میں خورشید ہے رسول
شاید زبانِ حال سے کہتا ہے یہ ببول　　اللہ دے تو ہے خلشِ خار بھی قبول

ہیں اپنی چاشنی میں مگن شاخِ تر کے پھل
کرتے ہیں سجدہ گر کے زمیں پر شجر کے پھل

نقشِ جبیں سراب میں ریگِ رواں کا ہے　　شعلہ چراغِ شام میں سوزِ نہاں کا ہے
جلوہ سحر میں خالقِ کون و مکاں کا ہے　　موجِ ہوا کے شور میں لہجہ اذاں کا ہے

شاہد ہیں خارِ غم کی چبھن ہے ببول میں
زردی ہے سوزِ عشق کی سرسوں کے پھول میں

بن میں نہالِ بید کی لرزاں ہے ڈال ڈال　　قہرِ خدا سے جیسے لرزتے ہیں اہلِ حال
رقصاں ہے کیفِ عشق میں طاؤسِ خوش جمال　　جیسے حرم سرا میں عروسِ جواں کی چال

کلیاں چٹک رہی ہیں کہ رب سے دعا کریں
لب کھولتے ہیں پھول کہ حمد و ثنا کریں

دیکھی ہے آفتاب نے جب صورتِ زوال　　قندیل لے کے نکلے ہیں سیارہ خوش جمال
جلوہ فگن ہے محفلِ انجم میں یوں ہلال　　جیسے کسی نے کھینچا ہے نقشِ لبِ بلال

صف بستہ پیکرانِ مجازی کھڑے ہوئے
چھٹکے نجوم جیسے نمازی کھڑے ہوئے

مصروفِ جستجو میں شعورِ بشر بھی ہے
جو لامکاں ہے اس کا سرِ خاک گھر بھی ہے
جس کی کوئی خبر نہیں اس کی خبر بھی ہے
غائب بھی ہے نگاہ سے پیشِ نظر بھی ہے
ملتا ہے اور ملنے کا امکان بھی نہیں
پہچان بھی ہے اور کوئی پہچان بھی نہیں

جنباں ہیں لب ستائشِ معبود کیلئے
پیشانیوں کے سجدے ہیں مسجود کے لئے
شاہد ہے آنکھ جلوۂ مشہود کے لئے
گریہ متاعِ شکر ہے مولود کے لئے
جب بھی پڑی ہے فہم میں عرفان کی طرح
دل پارہ پارہ ہو گیا قرآن کی طرح

اس مسجدِ ریاضِ عبادت میں اک طرف
صف بستہ آکے ہوتا ہے ابن شۂ نجف
دشتِ بلا میں کھچتی ہے انصارِ حق کی صف
تیرِ ستم سے ہوتے ہیں تشنہ دہن ہدف
زخمی ہیں جسم تیروں سے اہلِ نیاز کے
بھیگے ہوئے ہیں خوں سے مصلے نماز کے

جب عازمِ وغا ہوئے صحرا میں اہلِ کیں
جب طبل کی دھمک سے دہلنے لگی زمیں
جب لشکرِ یزید میں تلواریں کھنچ گئیں
اٹھے مصلے چھوڑ کے انصارِ شاہِ دیں
نصرت کے اشتیاق میں دل جھومنے لگے
قبضوں کو ان میں تشنہ دہن چومنے لگے

پہلی شکست شمرِ جفا کار کھا گیا　　حُرؓ تیرگی سے ہٹ کے اُجالے میں آگیا
چشمِ سپاہِ شام سے پردہ اٹھا گیا　　قبلہ نما تھا فوج کو قبلہ دکھا گیا

بے دیں ہیں جو عدوے شہؑ مشرقین ہیں
مولائے روزگار امامِ حسینؑ ہیں

بازی بن زیاد سے سرورؑ نے جیت لی　　یہ جنگ تشنہ کاموں کے لشکر نے جیت لی
تہذیب کی وغا شہِ صفدر نے جیت لی　　اخلاق کی لڑائی بہتر نے جیت لی

لشکر امیرِ شام کا بے تاب ہوگیا
بیٹا علی کا رن میں ظفر یاب ہوگیا

حملہ ہوا سپاہِ ستمگر کی سمت سے　　حُرؓ رن میں آئے سبطِ پیمبر کی سمت سے
ناوک چلے دمشق کے لشکر کی سمت سے　　لپکی قضا کی تیغ دلاور کی سمت سے

بڑھتے ہوئے قدم حُرؓ غازی کے روک دے
کس کی مجال ہے کہ بہادر کو ٹوک دے

دشتِ بلا میں پہلی وغا تھی دلیر سے　　بزدل تھے اور رن میں مقابل تھے شیر سے
جانیں بچا رہے تھے شقی ایر پھیر سے　　برسی نہ وہ گھٹا جو گرجتی تھی دیر سے

جوہر حسامِ مردِ دلاور کا کھل گیا
بارش ہوئی لہو کی تو میدان دھل گیا

ڈر آیا شیرِ لشکرِ اعدا کے درمیاں
تیغِ جری نے کھول دیئے بندِ استخواں
تن کے قفس سے اُڑنے لگے طائرانِ جاں
تھی زندگی عزیز، لرزتے تھے پہلواں
کھنچتی تھی جب حمایتِ سبطِ نبیؐ کی تیغ
دشمن کو یاد آتی تھی رن میں علیؓ کی تیغ

بپھرا ہوا اسد تھا غضب میں جلال میں
حاجت تھی خونِ گرم کی پانی کے کال میں
قبضہ تھا تیغِ تیز کا دستِ کمال میں
دشمن پھنسا تھا اپنی ہی سازش کی جال میں
کتنے ہی سانپ گھاٹ اجل کے اتر گئے
جو دیں کی آستیں میں چھپے تھے وہ مر گئے

شیدائے اہلبیتِ پیمبر سے جنگ تھی
سبطِ نبیؐ کے ناصرِ یاور سے جنگ تھی
حق آشنا فدائی سرور سے جنگ تھی
کوئی ہنسی نہیں تھی دلاور سے جنگ تھی
روئے سیاہ فوجِ ستمگر کا زرد تھا
وہ حرؓ تھا سورما تھا بہادر تھا مرد تھا

سب بھاگتے تھے دشت سے منہ پھیر کے
ڈر تھا کہ رک سکیں گے نہ حملے دلیر کے
تھے ناگوار شمر کو لمحات دیر کے
بولا کہ قتل کر دو دلاور کو گھیر کے
کیوں ڈر رہے ہو کام لو ہوش و حواس سے
ناوک چلاؤ دور سے تلوار پاس سے

بے دیں پلٹ پلٹ کے بنا دیں کی ڈھا گئے　　فتنے اٹھا اٹھا کے قیامت جگا گئے
دشمن سمٹ سمٹ کے سرِ دشت آ گئے　　سورج کی دھوپ چھپ گئی بادل وہ چھا گئے

تیغ و سنان و تیر کی بارش تھی شیر پر
پوری سپاہ ٹوٹ پڑی تھی دلیر پر

رن میں جری کو گھیر لیا فوجِ شام نے　　ہمت بڑھا دی شیر کی اس اژدھام نے
جو آ گیا حسامِ دلاور کے سامنے　　اس کے لہو کو پی لیا پیاسی حسام نے

بازو تھکے نہ تیغ کی رفتار کم ہوئی
لیکن نہ رن میں فوجِ جفا کار کم ہوئی

سر پر لگی حسام جبیں سے لہو بہا　　سرور سے قتل گاہ میں حُرؑ سرخرو ہوا
مہماں نے میزبان کے حق کو ادا کیا　　گھوڑے سے گر کے سبطِ پیمبرؐ کو دی صدا

ہے آخری سلام دلِ ناصبور کا
مولاؑ نثار ہوتا ہے خادم حضور کا

جانِ بتولؑ، روحِ شہنشاہِ کائنات　　مولائے روزگار امامِ رہِ نجات
عقدہ کشائے خلقت و حلّالِ مشکلات　　بسمل کے پاس آ گیا چارہ گرِ حیات

دل حُرؑ کا مثلِ غنچہ مسرت سے کھل گیا
تکیہ امامِ وقت کے زانو کا مل گیا

رومالِ فاطمہؑ شہِ صفدر نے باندھ کے
روکا لہو کی دھار کو سرورؑ نے باندھ کے
شیرازہ صبر کا ابنِ حیدرؑ نے باندھ کے
اپنی کمر کو سبطِ پیمبرؐ نے باندھ کے

میت اٹھائی گنجِ شہیداں میں لیکے آئے
اک اور زخم شاہ رگِ جاں میں لیکے آئے

عجلت مسافروں کو تھی جنت کی راہ میں
باقی رہا نہ کوئی بھی انصارِ شاہ میں
زندہ تھے کچھ عزیزِ گرامی سپاہ میں
حاضر تھے جو حضورِ شہِ حق پناہ میں

اصرار کر کے بادشہِ مشرقین سے
اذنِ جہاد مانگ رہے تھے حسینؑ سے

زندہ تھا اب زہیر نہ باقی تھے اب حبیب
تھے لشکرِ ستم میں مبارز طلب نقیب
چپ چپ کھڑا تھا دشتِ بلا میں شہِ غریب
قاسم تڑپ کے آگئے شبیرؑ کے قریب

قدموں پہ سر جھکایا تو دل جھومنے لگا
سرورؑ کے ہاتھ جانِ حسنؑ چومنے لگا

نزدِ امام آگئے عباسِؑ نامدار
نظریں جھکا کے بولے کہ اے شاہِ ذی وقار
تاخیرِ اذنِ جنگ سے قاسم ہیں بیقرار
رو کر کہا حسینؑ نے تم پر چچا نثار

آو کہ میں بھی بھائی کے حق کو ادا کروں
دولہا بنا کے راہِ خدا میں فدا کروں

خیمے میں لائے قاسمؑ گلگوں قبا کو شاہؑ کھینچی زمیں پہ بیٹھ کے سرورؑ نے سرد آہ
بولا جگر کو تھام کے وہ شاہِ حق پناہ اللہ میرے درد و الم کا ہے تو گواہ
توفیقِ صبر دے گھڑی رنج و محن کی ہے
قاسمؑ کا یہ نکاح وصیت حسنؑ کی ہے

ہمشیر سے یہ کہنے لگے شاہِ خستہ تن کردو سنگھار فاطمہ کبریٰ کا اے بہن
تبدیل کردو اپنے بھتیجے کا پیرہن پڑھنا ہے مجھ کو عقد یہ دولہا ہو وہ دلہن
بیٹی کی بیوگی کا بھی دل میں الم رہے
صدموں میں میرے کوئی بھی صدمہ نہ کم رہے

بولیں یہ سر کو پیٹ کے بانوؑ کہ اے امامؑ آفت کی کیا گھڑی ہے مصیبت کا کیا مقام
غربت کے بن میں ہائے یہ شادی کا اہتمام تشنہ جگر دلہن بھی ہے دولہا بھی تشنہ کام
یہ بیکسی ہے آب نہیں ہے غذا نہیں
سہرا نہیں ہے پھول نہیں ہیں حنا نہیں

زینبؑ سے بولیں زوجہ شبرؑ کہ ہیں نثار بی بی خوشی کا وقت ہے بے شک ہیں غم ہزار
ہیں آپ صبرِ فاطمہؑ زہرا کی ورثہ دار دیجئے دلِ شکستہ شبیرؑ کو قرار
سہرا اگر نہیں ہے تو مادر کو غم نہیں
بی بی لہو کی دھاروں کا سہرا بھی کم نہیں

اٹھو مرے چمن کو جمالِ بہار دو میرے یتیم بچے کے دل کو قرار دو
میلے ہیں میرے لال کے کپڑے اُتار دو دولہا بنادو میرے پسر کو سنوار دو
سر کے لئے عمامۂ شاہِ زمن تو ہے
بی بی نہیں ہے کچھ تو قبائے حسنؑ تو ہے

زینبؑ نے یہ سنا تو ہوئیں اور اشکبار بولیں کہ میرے بھائی کی دولہا ہے یادگار
یہ بھی ہے میری ماں کے گھرانے کا افتخار گلزارِ مجتبیٰؑ کے گلِ تر پہ میں نثار
میں ہوں پھوپھی کلیجہ میں تابِ الم نہیں
قاسمؑ بھی مجھ کو عون و محمد سے کم نہیں

کبریٰ ہے روحِ فاطمہؑ جانِ شہِ حسنینؑ قاسمؑ ہے سبطِ سرورِ عالم کا نورِ عین
دونوں ہیں میرے قلب کی ٹھنڈک جگر کا چین یہ لالۂ حسنؑ ہے تو وہ نرگسِ حسینؑ
جو مرضیٔ امامِ جہاں ہے وہ ٹھیک ہے
بھائی کی ہر خوشی میں بہن بھی شریک ہے

یہ کہہ کے اٹھیں خاک سے زینبؑ جگر فگار آئیں گلے لگانے بھتیجی کو بے قرار
بولیں یہ چوم چوم کے رخسار بار بار بیٹی نہ اشکبار ہو تجھ پر پھوپھی نثار
لازم ہے صبر بیٹی شہِ کربلا کی ہو
قاسمؑ کی تم دلہن ہو، بہو مجتبیٰؑ کی ہو

بولی یہ رو کے خواہرِ سلطانِ تشنہ کام　　جلدی دُلہن بناؤ کہ ہیں منتظر امام
اے لوگو گوندھ دے کوئی گیسوئے مشک فام　　مل دے کوئی ہتھیلی میں مہندی برائے نام
مٹھی پسینے سے حنا بھیگ جائے گی
رنگت نہیں تو ہاتھ سے خوشبو تو آئے گی

افشاں جما کے کوئی جبیں کو نکھار دے　　سرمہ لگا دے کوئی دلہن کو سنوار دے
بڑھ کر کوئی عروس کا صدقہ اتار دے　　اللہ طولِ عمر دے عزّ و وقار دے
کلثوم ماں کا خلعتِ شادی نکال دو
سر پر ردائے بنتِ پیمبر کو ڈال دو

فضہؑ کنیزِ دخترِ پیمبرِ زمن　　کشتی میں لائی بنتِ محمدؐ کا پیرہن
ماں کا لباس دیکھ کے کلثومِ خستہ تن　　بانہیں بہن کے ڈال کے رونے لگی بہن
زینبؑ پکاریں اے مری ہمشیر اب نہ رو
ہوگی بھتیجی اور بھی دلگیر اب نہ رو

لینے رضا عروس کی عباسِؑ نامدار　　آئے قریبِ زینبؑ و کلثومِؑ ذی وقار
سر کو جھکا کے بولا وہ سرور کا جاں نثار　　کیا دیر ہے گراں ہے شہِ دیں کو انتظار
بولی بہن کہ چارۂ تقدیر کچھ نہیں
آراستہ عروس ہے تاخیر کچھ نہیں

بھائی کا ہاتھ تھام کے آئیں دلہن کے پاس — ہر سمت نامرادیاں ہر سو ملال و یاس
پہلو میں درد سینے میں بھڑکی ہوئی وہ پیاس — آنکھوں میں اشک چہرۂ انور اُداس اُداس

بولیں رضاد و بیٹی یہ ہے فرمان باپ کا
عباسؑ کو وکیل بنایا ہے آپ کا

لے کر رضا عروس کی عباسِؑ نامدار — آئے قریب بولے کہ اے شاہِ ذی وقار
مجھ کو دیا ہے فاطمہ کبریٰ نے اختیار — صیغہ پڑھیں نکاح کا مولائے روزگار

بدلا نہیں کسی نے کبھی سر نوشت کو
باندھا ہے میں نے مہر میں ارضِ بہشت کو

جب پڑھ چکے نکاح کا صیغہ شہِ انام — اٹھا سلام کے لئے نوشاہِ تشنہ کام
چومے قدم چچا کے پھوپھی کو کیا سلام — دینے لگا دعائیں علمدارِ نیک نام

آیا قریبِ مادرِ ناشاد جھوم کے
ماں نے گلے لگا لیا ماتھے کو چوم کے

آیا دلہن کے پاس وہ رنجور و دل فگار — بولا نصیب پر نہیں انساں کا اختیار
مجھ کو پدر یہ آپ کے کرنا ہے سر نثار — دیجئے مجھے اجازتِ میدانِ کارزار

لینا ہے رن میں دادِ شجاعت سپاہ سے
قاتل پکارتے ہیں مجھے رزم گاہ سے

بولی دلہن کہ اے مرے سرتاج الوداع　　اے پیشوا و رہبرِ منہاج الوداع
اے روح و جانِ صاحبِ معراج الوداع　　رکھیئے گا بی بیوں میں مری لاج الوداع

وہ جنگ ہو شقی کہیں کرار آپ کو
عباسؑ نے سکھائی ہے تلوار آپ کو

نوشاہ منہ کو دیکھ کے حسرت سے رو دیا　　فطرت نے دل کو موجِ الم میں ڈبو دیا
جیسے جگر میں درد نے کانٹا چبھو دیا　　آنچل کو آنسوؤں سے دلہن نے بھگو دیا

داغِ فراق عالمِ فانی میں دے گیا
نوشاہ اپنی یاد نشانی میں دے گیا

نکلا حرم سرا سے حسن کا وہ گلعذار　　چہرے سے نورِ حیدرِ کرار آشکار
یہ عمر تھی کہ قد سے بھی بالا تھا راہوار　　عباسؑ نے فرس پہ بٹھایا بصد وقار

جھک کر کیا سلام چچا کی جناب میں
آئے نہ دونوں پاؤں فرس کی رکاب میں

دشتِ وغا میں قاسمِ گلگوں قبا چلے　　رہوار یوں رواں ہوا جیسے ہوا چلے
کچھ دور ساتھ ساتھ شہِ کربلا چلے　　جیسے پسر کے ساتھ پدر کی دعا چلے

روتے تھے شاہ جلوۂ شبرؑ نظر میں تھا
صفین کی لڑائی کا منظر نظر میں تھا

اس وقت بھی لڑائی تھی دریا کے گھاٹ پر
اس وقت بھی کناروں پہ بیٹھے تھے اہلِ شر
اس وقت بھی سپاہِ بدانجام و بدسیر
گمراہ تھی کہ جادۂ حق سے تھی بے خبر
جو شکل آج ماتمِ گل پیرہن کی ہے
تصویر ہو بہو وہ جدالِ حسنؑ کی ہے

پوشاک زرد زرد، عمامہ گلاب رنگ
صحرا کی تیز دھوپ میں چہرا شہاب رنگ
دکھلا رہا تھا بن میں رخِ انقلاب رنگ
گرمی سے خود بدلنے لگا آفتاب رنگ
جب بھی بگولے اٹھتے تھے قہر و بلا کیساتھ
ڈر تھا کہ اڑ نہ جائے بیاباں ہوا کے ساتھ

وہ سوز وہ تپش وہ حرارت وہ التہاب
برسا رہا تھا خاک پہ انگارے آفتاب
بادِ سموم دشت میں کھاتی تھی پیچ و تاب
کروٹ بدل رہی تھی تمازت سے سیلِ آب
پانی میں تھے حباب کے لالے پڑے ہوئے
رستے تھے پائے موج میں چھالے پڑے ہوئے

اڑتے ہوئے پرند کے جلتے تھے بال و پر
ذراتِ ریگِ دشت تھے دہکے ہوئے شرر
عریاں تھی شاخ شاخ تپاں تھا شجر شجر
پھینکے تھے برگِ سبز کے کرتے اتار کر
تھے پربتوں کی آڑ میں جنگل چھپے ہوئے
ساگر کی تہہ میں بیٹھے تھے بادل چھپے ہوئے

نکلا تھا آج عرصۂ محشر کا آفتاب
کھانی تھی جوشِ چشمۂ حیواں کی موجِ آب
ارواح کو تھا عالمِ برزخ میں پیچ و تاب
زیرِ کفن تھا قبر میں مُردوں کو اضطراب
کرب و بلا کے بن میں تھی آفت کی دوپہر
یہ دوپہر تھی روزِ قیامت کی دوپہر

پرچھائیاں لرزتی تھیں پیکر کی آڑ میں
بیٹھی تھیں حسرتیں دلِ مضطر کی آڑ میں
چنگاریاں نہاں ہوئیں پتھر کی آڑ میں
پانی چھپا تھا دامنِ خنجر کی آڑ میں
مٹی تھی سرخ سرخ کہ تپ تپ کے جل گئی
ریگِ رواں کی سرمئی رنگت بدل گئی

اڑتی تھی گردِ راہ کہ جیسے دھواں اُڑے
آندھی میں جیسے طائرِ بے آشیاں اُڑے
جیسے زبانِ تشنہ سے دودِ فغاں اُڑے
جیسے غبارِ جادۂ بادِ خزاں اڑے
آتی نہ تھی صدائے جرس رہگزار میں
منزل چھپی تھی پردۂ گرد و غبار میں

تھے خشک تشنگی سے شعورِ بشر کے لب
مانندِ برگ زرد تھے تشنہ جگر کے لب
سوکھے ہوئے تھے طائرِ فکر و نظر کے لب
پپڑی جمی تھی کھلتے نہ تھے چشمِ تر کے لب
جلتی تھی سانس سینے سلگتے تھے آہ سے
لگتے تھے چرکے آنکھ میں تارِ نگاہ سے

چشمِ غضب سے مہر کی دشتِ تعب جلا
دامانِ خشک و تر میں تھا جو بھی وہ سب جلا
ہونٹوں سے آبخورہ لگا یا تو لب جلا
پانی کے پاس آیا تو دستِ طلب جلا
گرمی سے کوہ و دشت جلے بحر و بر جلے
گیتی پہ آ گئے تو فرشتوں کے پَر جلے

گرمی تھی آزمائشِ صبر و ثبات کی
حد کھنچ رہی تھی آج حیات و ممات کی
ایسی بھی اک سبیل ہے آبِ حیات کی
ملتی ہیں جس کی موج سے موجیں فرات کی
رن میں رواں ہے امامِ زمن کا لال
جاتا ہے اس سبیل کی جانب حسنؑ کا لال

رشکِ رمِ غزال ہے رہوارِ تیز گام
تصویر ہے براق کی اسپِ سبک خرام
ایسا شرف ہے مرکبِ لختِ دلِ امام
ایسی وفا کہ اہلِ وفا میں ہے نیک نام
حاصل ہے اعتمادِ شہِ مشرقین بھی
اکثر سوار ہوتے رہے ہیں حسینؑ بھی

دلکش کنوتیاں گلِ رعنا کہیں تو کم
گردن کو حسنِ گردنِ مینا کہیں تو کم
لوحِ جبیں کے بالوں کو سہرا کہیں تو کم
پرنور پتلیوں کو ستارا کہیں تو کم
گردن کے بال سنبلِ گلزار کی طرح
نازک مزاج شیشۂ افکار کی طرح

چہرے کو نورِ برقِ تجلا کہیں تو کم　　زہرہ کہیں تو کم ہے ثریا کہیں تو کم
رفتار کو روانیٔ دریا کہیں تو کم　　طاقت کو زورِ ضیغمِ صحرا کہیں تو کم
پائے رمیدہ آہوئے صحرائی کی طرح
تن میں لچک حسینوں کی انگڑائی کی طرح

وہ دلبری کہ دل کا تقاضا کرے تو کم　　وہ خوش ادا کہ خونِ تمنا کرے تو کم
وہ بانکپن کہ حشر کو برپا کرے تو کم　　وہ تیز رو کہ قصدِ ثریا کرے تو کم
اس کے لئے یہ فاصلہ اک چوکڑی کا ہے
گیتی سے آسماں کا سفر دو گھڑی کا ہے

راہِ سفر تمام ہوئی دشتِ زشت کی　　حامی سپاہِ ظلم تھی اہلِ کنشت کی
پہلے سے مل گئی تھی خبر سرنوشت کی　　آئی ہوا فرس کو بھی باغِ بہشت کی
اڑتا ہوا پہاڑ سرِ دشت جم گیا
نزدِ سپاہِ شام فرس آکے تھم گیا

قاسم پکارے پیشِ صفِ لشکرِ ستم　　لو آ گئے وغا کے لئے دشتِ کیں میں ہم
شامل ہمارے دل میں ہے عشقِ شہِ امم　　حملہ کرے وہ ہم پہ ہو بازو میں جس کے دم
ہم کو لہو بہا کے ستم کی سپاہ کا
صدقہ اتارنا ہے شہِ حق پناہ کا

پہچان لو کہ نورِ نگاہِ حسنؑ ہوں میں پہچان لو کہ شمعِ دلِ پنجتن ہوں میں

پہچان لو کہ خویشِ امامِ زمن ہوں میں پہچان لو کہ جانِ شہِ بے وطن ہوں میں

مولا کا یہ کرم ہے کہ میں کامیاب ہوں

یثرب سے تا بہشتِ بریں ہم رکاب ہوں

شہ پر ستم کو ڈھا کے جہانِ خراب میں سوچو کہ کیا کہو گے خدا کی جناب میں

کیونکر چلو گے بزمِ رسالتمآب میں بیٹھو گے کیسے انجمنِ بوتراب میں

جاؤ گے کس طرف کو قیامت میں بھاگ کے

شعلے لپیٹ لیں گے جہنم کی آگ کے

ناوک چلے کلامِ مجاہد ہوا تمام لشکر نے کی پہل تو برآمد ہوئی حسام

کاوا دیا فرس کو چلا اسپِ تیز گام چھٹنے لگا سپاہِ ستمگر کا اژدہام

تلوار خوں کے غسل سے بے باک ہو گئی

قرآں کی سورتوں کی طرح پاک ہو گئی

تھی شعلہ خو تو آگ لگاتی ہوئی چلی تازہ لہو کے تھالے بناتی ہوئی چلی

سرکش کے سر زمیں پہ گراتی ہوئی چلی آدابِ مرگ رن میں سکھاتی ہوئی چلی

باطل شعار فوج کے پرچم جھکا دیئے

تلوار نے سپاہ کو سجدے کرا دیئے

ڈر آیا شیر فوجِ ستمگر کے قلب میں ڈالا شگاف دشمنِ سرور کے قلب میں
رقصاں تھی تیغ فوجِ بداختر کے قلب میں دو چار لحظہ سیر کی لشکر کے قلب میں
باطل نواز فوج تھی باطل شکن تھی تیغ
دشمن کا خون پینے کو تشنہ دہن تھی تیغ

ہو کر نبرد آزما چالاک ہو گئی بے باک تھی تو اور بھی بیباک ہو گئی
آئی جو میمنہ میں تو سفاک ہو گئی پہونچی جو میسرہ میں غضبناک ہو گئی
مانگی پناہ تیغ سے افواجِ شام نے
پائے تھے ذوالفقار کے جوہر حسام نے

بجلی گری تھی فوج پہ تیغِ رواں نہ تھی پیکر ملے تھے خاک میں پیکر میں جاں نہ تھی
جس نے زباں دراز کی اس کی زباں نہ تھی بھگدڑ پڑی تھی دشت میں جائے اماں نہ تھی
جب خوب رن میں خون کی برسات ہو گئی
ازرق سے راستے میں ملاقات ہو گئی

ایک پیکرِ فریب تھا اک پیکرِ وفا اک صورتِ عذاب تھا اک رحمتِ خدا
باطل شعار ایک تھا اک حق کا آئینہ گمراہ ایک، ایک زمانے کا رہنما
بزدل تھا ایک، ایک شجاعت مآب تھا
اک ظلمتِ تمام تھا اک آفتاب تھا

سیراب و سیر ایک تھا اک رن میں تشنہ کام ‏ اک حریت پسند تھا اک فطرتاً غلام
اک دشمنِ امام تھا اک دلبرِ امام ‏ دونوں تھے ضد کہ ایک سحر تھا تو ایک شام
اک سمت تیرگی تھی اُجالا تھا اک طرف
اک سو تھی کالی رات، سویرا تھا اک طرف

دونوں ضدوں کے درمیاں چلنے لگی حسام ‏ مشہور پہلوان کے مقابل تھا تشنہ کام
دیکھا جو رن کا رنگ تو مضطر ہوئے امام ‏ سجدے میں سر جھکا کے کیا شاہ نے کلام
اللہ تجھ کو شاد کرے کامراں کرے
مجھ پر نہ فخر رن میں کوئی پہلواں کرے

سجدہ بہ سر تھا رن میں پیمبرؐ کا نورِ عین ‏ خالق نے کی قبول دعائے لبِ حسینؑ
عباسؑ یہ پکارے کہ اے شاہِ مشرقین ‏ اللہ نے دیا مرے مولا کے دل کو چین
ازرق نہیں تھا عمروؔ سے حیدرؑ کی حرب تھی
پوتے کی تیغِ تیز تھی دادا کی ضرب تھی

لرزاں تھے دہشتِ کیں میں ستمگار فوج کے ‏ ڈھالوں میں منہ چھپاتے تھے بدکار فوج کے
اپنے حواس کھوئے تھے سردار فوج کے ‏ حیران و فکرمند تھے سالار فوج کے
شمرِ فساد خو کا دلِ پُر فتن ڈرا
ازرق ہوا تمام تو ہر پیل تن ڈرا

نظریں بچا کے دشمنِ ایماں کئی چلے　　چھپتے چھپاتے پشت کی جانب شقی چلے
اعدائے خاندانِ علیؑ و نبیؐ چلے　　جیسے کہ روشنی سے الگ تیرگی چلے
ڈالا گیا فریب کا پردہ لڑائی میں
اخلاق کا زوال ہے دھوکا لڑائی میں

اسپِ سُبک خرام کی چھوڑے ہوئے لجام　　مصروف تھا جہاد میں شبرؑ کا لالہ فام
جھک کر فرس پہ بیٹھا تھا اک سمت تشنہ کام　　پشت جری سے سر پہ لگی ضربتِ حسام
نوشاہ کی جبینِ حسیں پر نثار تھیں
سہرا تھا خوں کی دھاروں کا لڑیاں ہزار تھیں

جتنے جفا شعار تھے پُرجوش ہو گئے　　قاسمؑ جبیں کے خون سے گلپوش ہو گئے
نکلا لہو تو خاک پہ بے ہوش ہو گئے　　شبیرؑ کو پکار کے خاموش ہو گئے
کم کم تھا نور آنکھوں میں خونابیوں کے ساتھ
حملہ کیا حسینؑ نے بیتابیوں کے ساتھ

چمکی شعاعِ تیغِ علی ظلمتیں چھٹیں　　اہلِ ستم کی بوئی ہوئی کھیتیاں کٹیں
حلقے سپاہِ شام کے ٹوٹے صفیں پھٹیں　　فوجیں کبھی بڑھیں تو کبھی دور تک ہٹیں
نوشاہ کے لہو سے زمیں لال ہو گئی
بھگدڑ پڑی تو لاش بھی پامال ہو گئی

فریاد کی حسینؑ نے عباسؑ نے فغاں — ہمصورتِ رسولؐ تھا صحرا میں نوحہ خواں
شورِ فغاں نے دی خبرِ مرگِ ناگہاں — رونے لگیں خیام میں زہراؑ کی بیٹیاں
آئے حرم میں شاہؑ سنانی لئے ہوئے
سہرے کے پھول غم کی نشانی لئے ہوئے

بولے کہ رنج و غم سے نہ گھبراؤ بی بیو — سر اپنا پیٹ لے نہ دلہن جاؤ بی بیو
کبریٰ کو میرے پاس ذرا لاؤ بی بیو — رنڈ سالہ میری بیٹی کو پہناؤ بی بیو
اُجڑی ہوئی بہارِ تمنا کو دیکھ لوں
لاؤ کہ میں بھی صورتِ کبریٰ کو دیکھ لوں

اب مرثیہ تمام کرو نظمیؔ حزیں — اس سے زیادہ کہنے کی دل میں سکت نہیں
رکھ دو زمیں پہ سجدۂ تسلیم میں جبیں — عزت دے اپنے بندے کو اے ربِ عالمیں
تا عمر مدح خوانِ شہِ کربلا رہوں
جب تک جیوں ثنا گرِ آلِ عبا رہوں

تسلیم کے صدف سے وفا کا گہر ملا
مشکلکشا کو اپنی دعا کا ثمر ملا
حق سے وزیرِ سبطِ شہِ بحر و بر ملا
چشمِ ابوترابؑ کو نورِ نظر ملا
خورشید جزوِ جوہرِ الماس بن گیا
سایہ علیؑ کا پیکرِ عباسؑ بن گیا

جس کی رگوں میں خون ہے اُم البنین کا
انداز حرب و ضرب میں ہے فخرِ مرتضیٰؑ
کرب و بلا میں سبطِ پیمبر کا آسرا
مثلِ علیؑ ہے آج علمدار باوفا
جو خاندانِ شیرِ الٰہی میں فرد ہے
ہیبت سے جس کی شمر کا چہرہ بھی زرد ہے

حشمت وہی جلال وہی دبدبہ وہی — تیور وہی امنگ وہی حوصلہ وہی

دانش وہی نظر وہی فکرِ رسا وہی — منزل وہی مراد وہی راستا وہی

کاندھے پہ یوں ہے پرچمِ سرورؑ لئے ہوئے

جیسے علم رسول کا حیدرؑ لئے ہوئے

دلبند تھا جو فاتحِ بدر و حُنین کا — جو تھا وزیر بادشہِ مشرقین کا

جو پاسباں تھا تاجورِ مغربین کا — جو باب تھا مدینۂ صبرِ حسینؑ کا

دانش ملی تھی وارثِ علمِ رسول سے

جیسے شمیم پھول کو ملتی ہے پھول سے

تاریخ کربلا کی کہانی علیؑ کی ہے — مہرِ وفا میں جلوہ فشانی علی کی ہے

صبرِ دلِ حسینؑ نشانی علیؑ کی ہے — عباسؑ کا شباب جوانی علیؑ کی ہے

حیدرؑ کا خوں رواں ہے دلِ نورِ عین میں

عباسؑ میں علیؑ ہے علیؑ ہے حسینؑ میں

دامن شمیمِ گل کا کلی سے ملا ہوا — سرِ حجاب حرفِ جلی سے ملا ہوا

حق کا نشان حق کے ولی سے ملا ہوا — قرآں کا شعورِ علیؑ سے ملا ہوا

عزمِ جہاد پایا تھا دلدل سوار سے

جو کھیل کر جوان ہوا ذوالفقار سے

پاسِ وفا میں فردِ شجاعت میں معتبر — کوہِ گراں ثبات میں طاقت میں شیر نر
ہیبت تھی جس کی لشکرِ ابنِ زیاد پر — اٹھتی نہ تھی حسینؑ کی جانب کوئی نظر

کوفہ میں اضطراب تھا ہلچل تھی شام میں
وہ شاہِ لافتیٰ تھا سپاہِ امام میں

عباسؑ نقشِ سیرتِ سلطانِ مشرقین — عباسؑ دست و بازوئے مولائے مغربین
عباس تشنگی میں سکینہ کے دل کا چین — عباسؑ میرِ کرب و بلا دوسرا حسینؑ

تپ کر وفا کی آگ میں اکسیر بن گیا
یوں کھپ گیا امام کی تصویر بن گیا

وہ ذات جس میں پرتوِ مولائے کائنات — جس میں علیؑ کا علم ہے سبطین کے صفات
جس کی نظر میں رازِ پسِ پردہ حیات — کوثر تھا جس کے سامنے در ساحلِ فرات

جس نے وفا میں ڈھال کے صبر و ثبات کو
دستِ اجل سے چھین لیا ہے حیات کو

بحر العلوم گوہرِ احساس دے گیا — درک و تمیز شیشہ و الماس دے گیا
قرآن کے حروف کو قرطاس دے گیا — مشکلکشا حسینؑ کو عباس دے گیا

قلبِ وفا کو جذبۂ ایثار مل گیا
سلطانِ کربلا کو علمدار مل گیا

عباسؑ مرتضٰی کے تجمل کا آئینہ ایثار و صبر و شکر و تحمل کا آئینہ
بادِ بہار جیسے رخِ گل کا آئینہ الحمد، جیسے جزو ہے مگر کُل کا آئینہ
ضو علم و آگہی کی ہے تابش ولی کی ہے
عباس آئینہ ہے تجلی علی کی ہے

آئی نہ آنچ آتشِ غم کی ثبات پر جس کی وفا کا نقش ہے آبِ فرات پر
شیرِ خدا کو ناز رہا جس کی ذات پر بیعت ہوئی تھی تیغِ خدا جس کے ہات پر
دی داد تشنہ کام کو حق کے شعار نے
دستِ وفا کو چوم لیا ذوالفقار نے

گوہر دلیلِ تابشِ چشمِ صدف بنا ایسا خلف جو موجبِ شانِ سلف بنا
اہلِ شرف میں صاحبِ عز و شرف بنا جو افتخارِ آلِ امیرِ نجف بنا
روشن دماغ و فکر و نگاہ و ضمیر تھا
جو کربلا میں مثلِ جنابِ امیر تھا

حیدرؑ سے جس کو علم ملا کائنات کا دیکھا تھا جس نے حسن نگارِ حیات کا
پرتو تھا جس میں نفسِ خدا کے صفات کا سرتا قدم تھا آئینہ صبر و ثبات کا
حرفِ وفا کی دھر میں تفسیر کے لئے
پیدا ہوا تھا نصرتِ شبیرؑ کے لئے

تاجِ شرف میں حق کا نگینہ جڑا ہوا — جو مرتضیٰؑ کی گود میں پل کر بڑا ہوا
سینہ سپر امام کا بن کر کھڑا ہوا — جس کا علم ہے ارضِ وفا پر گڑا ہوا
لوحِ مزار نقش ہے صبر و ثبات کا
اب بھی ہے جس کے قبضے میں ساحل فرات کا

فکر و نظر کو بازوئے پرواز مل گیا — جلوہ طرازِ پردہ گہہ ناز مل گیا،
تشنہ جگر کو ساغرِ اعجاز مل گیا — پایا علم تو باپ کا اعزاز مل گیا،
مشکیزۂ سکینہؑ تشنہ جگر لیا
پیاسے نے ایک چلو میں دریا کو بھر لیا

وحدت کی لو میں عالمِ کثرت کو دیکھیے — ذرّے میں کائنات کی وسعت کو دیکھیے
آنسو میں آبنائے محبت کو دیکھیے — عباسؑ میں حسینؑ کی صورت کو دیکھیے
خونِ ابوترابؑ کی تاثیر ایک ہے
جس آئینے میں دیکھیے تصویر ایک ہے

چہرہ، علیؑ کے چہرۂ انوار کی طرح — بیدار روح، طالعِ بیدار کی طرح
بازو جری کے جعفرِ طیار کی طرح — شمشیر زن تھا حیدرِ کرار کی طرح
زینبؑ کا صبر سرورؑ عالی کی شان تھی
وہ ایک ذات جس میں بہتّر کی جان تھی

عباسؑ آفتاب علیؑ کبیر کا پرتو شریکِ نورِ سراجِ منیر کا
جلوہ شعور و فکرِ جنابِ امیر کا دانائی بادشہ کی تدبر وزیر کا
ایمان، موجِ گرمئ احساس بن گیا
قرآن ڈھل کے صورتِ عباسؑ بن گیا

جو آبروئے فاتحِ بدر و حُنین تھا جو زیب و زین بزمِ شہِ مشرقین تھا
کلثومؑ کا قرار تھا زینبؑ کا چین تھا کردار میں حسنؑ تھا عمل میں حسینؑ تھا
جو فاطمہؑ کے خانۂ عصمت کی شان ہے
پاکیزگی کی روح طہارت کی جان ہے

حیراں ہو ناطقہ تو کوئی تجھ کو کیا کہیے پرتو کہے چراغ کہے آئینہ کہیے
قبلہ کہے کہ قبلۂ حاجت روا کہیے تجھ کو بھی دیکھ لے تو نُصیری خدا کہیے
تو نے تہی سبوئے وفا خوں سے بھر دیا
دینِ نبی کو زندۂ جاوید کر دیا

رنگیں نوائے نغمۂ اثباتِ لا الٰہ نورِ نگارِ عرش سرِ پردۂ نگاہ
اقلیمِ معرفت کا وہ سلطانِ کج کلاہ دیکھی تھی جس نے چار اماموں کی بارگاہ
بیٹا علیؑ کا بھائی حسینؑ و حسنؑ کا تھا
عمِ عزیز عابدؑ تشنہ دہن کا تھا

وہ خانوادِ خلقِ مجسم کی آبرو
تہذیبِ بادشاہِ دو عالم کی آبرو
تعلیمِ دینِ مرسلِ اعظم کی آبرو
باطل شکن حسینؑ کے پرچم کی آبرو
ام البنین و حیدرِ صفدر کا افتخار
بنتِ حبیبِ داورِ محشر کا افتخار

وہ پاسبانِ صدق و وفا زینت سپاہ
سقائے اہلبیت و علمدارِ فوجِ شاہ
مولائے کائنات کا دلبندِ کج کلاہ
کرسی نشین مجلسِ سلطانِ حق پناہ
کرب و بلا کے مکتبِ ایثار کی کتاب
قرآں میں ڈھلے ہوئے کردار کی کتاب

ذکرِ نماز و سجدہ امیرِ حرم سے ہے
اسلام کا وجود شہیدِ ستم سے ہے
صبر و وفا کی آبرو تیرے قدم سے ہے
زینت امام بارڑوں کی مشک و علم سے ہے
انسان کو وفا کے معانی بتا گیا
تیرا نشان سارے زمانے پہ چھا گیا

کثرت سرِ فرات تھی افواجِ شام کی
پیاسی تھی آل رن میں نشۂ تشنہ کام کی
پائی پئے و غانہ اجازت امام کی
یہ تھی اگر لڑائی تو بس ایک جام کی
وہ العطش کے شور سے بیتاب ہو گیا
دل تشنہ لب کا ماہیٔ بے آب ہو گیا

میدانِ جنگ گرم ہے تلوار پاس ہے
دل ضبطِ جوشِ جنگ سے لیکن اداس ہے
تیروں سے چاک سرورِ دیں کا لباس ہے
پھر بھی ہے چپ کرشمہ کا طبیعت شناس ہے
نظروں سے التماس ہے اذنِ وغا ملے
میری مراد اے مرے حاجت روا ملے

بولا قریب آکے ادب سے کہ اے امامؑ
تشنہ جگر سکینہ ہے بچے ہیں تشنہ کام
خواہر نے مجھ کو بھیجا ہے خیمے سے یہ پیام
عباس ہو سکے تو کرو اتنا اہتمام
دریا سے ایک جام ہی مل جائے آب کا
تو نسا ہوا ہے پیاس سے بچہ ربابؑ کا

شبیرؑ نے نظر کو اٹھا کر جھکا لیا
پھر غم نے امتحانِ شہِ کربلا لیا
دھڑکن بڑھی تو بھائی کو دل سے لگا لیا
یعنی متاعِ صبر کا پھر جائزہ لیا
فرمایا جا کے مشک سکینہ سے لائیے
پانی سپاہ دیدے تو دریا سے لائیے

تسلیم کرکے جانبِ خیمہ جری چلا۔
مشکیزہ لینے بازوئے سبطِ نبیؐ چلا
عزم و ثبات و صبر کا نقشِ جلی چلا
بولی قضا کہ حسنِ رخِ زندگی چلا
یہ ہے کمالِ صبر شہِ مشرقین کا
جاتا ہے تن سے چھوٹ کے سایا حسینؑ کا

خواہر سے مشک مانگ کے بولا وہ خوشخصال　　موجودگی میں نہر کی پانی کا اتنا کال
بیتاب ہے سکینہ تو بے شیر ہے نڈھال　　آتی ہے مجھکو شرم کہ پیاسے ہیں شہ کے لال
دشمن کی فوج مجھ کو بھی پہچان جائے گی
دریا سے آب آئیگا یا جان جائے گی

بولی بہن کہ آپ کے انداز کی قسم　　بابا کے علم سینۂ اعجاز کی قسم
روزِ ازل حیات کے آغاز کی قسم　　ہنگامِ حشر صور کی آواز کی قسم
میں نے سُنی ہے آج کی روداد باپ سے
بھائی یہ آخری ہے ملاقات آپ سے

زینبؑ نے واقعہ کیا بچپن کا پھر بیاں　　فرمایا ایک روز شہنشاہِ دوجہاں
شانوں کو میرے چوم کے بولے کہ میری جاں　　جکڑیں گے اہل کیں انہی شانوں میں ریسماں
قرآن کے عدو تری چادر کو لوٹ کے
قیدی تجھے بنائیں گے گھر بھر کو لوٹ کے

یہ سن کے باباجان سے پھر میں نے یہ کہا　　اے شاکرِ رضائے خدا نفسِ مصطفےٰ
اے میرے باباجان کہا آپ نے یہ کیا　　ہوتا ہے ایک بھائی تو لٹتی نہیں ردا
فضلِ خدا سے میرے تو اٹھارہ بھائی ہیں
مشفق ہیں غمگسار ہیں میرے فدائی ہیں

آنکھوں میں اشک بھر کے بابا نے پھر کہا اے میری لاڈلی سرِ صحرائے کربلا
خنجر سے کاٹا جائے گا شبیرؑ کا گلا خیمے میں تیرے آگ لگا دیں گے اشقیاءؔ

تن ٹکڑے ٹکڑے ہوگا مرے نورِ عین کا
عاشور کو لٹے گا گھرانا حسینؑ کا

یہ کہہ کے اشکبار ہوئی شاہ کی بہن بولی کہ دیکھتی ہوں اجڑتا ہوا چمن
محصور ہے سپاہِ جفا گر میں بے وطن بجھنے کو ہے چراغِ حیاتِ شہِ زمن

زینبؑ سے اب حسینؑ کے چھٹنے کا وقت ہے
اہلِ حرم کی چادریں لٹنے کا وقت ہے

سمجھے ہوئے تمام نتیجے لڑائی کے زینبؑ نے مشک باندھ دی پرچم میں بھائی کے
تقدیر سے وہ شکوے غمِ نارسائی کے آنسو ابل ابل پڑے دردِ جدائی کے

فرمایا جاؤ وقت نہیں آج دیر کا
دریا کو انتظار ہے حیدرؑ کے شیر کا

مشک و علم لئے ہوئے شیرِ جری چلا آئینہ دارِ مقصدِ سبطِ نبیؐ چلا
پیمانہ بھرنے سوزِ غمِ تشنگی چلا پرچھائیں رن میں یوں چلی جیسے علیؑ چلا

عباسؑ رن میں سبطِ پیمبرؐ کی ڈھال ہے
لشکر پکار اٹھا کہ حیدرؑ کا لال ہے

پیکر وہی جمال وہی دلکشی وہی صورت وہی ضمیر وہی روشنی وہی
دانش وہی شعور وہی آگہی وہی نصرت وہی حسام وہی یاوری وہی

بھرپور حملہ حیدرِ کرار کی طرح
لشکر میں گھومنے لگا تلوار کی طرح

ٹھوکر سے کوئی مر گیا تلوار سے کوئی تھرا کے سہما تیغ کی جھنکار سے کوئی
ٹکرا کے بن میں گر پڑا اشجار سے کوئی پامال ہو کے رہ گیا رہوار سے کوئی

بھاگا سپر سے منہ کو کوئی ڈھانپتا ہوا
کوئی زمیں پہ بیٹھ گیا ہانپتا ہوا!

کوئی تھا ہوش باختہ کشتوں کے ڈھیر سے کوئی شجر کی آڑ میں بیٹھا تھا دیر سے
کوئی فرار ہو کے چلا ایسر پھیر سے کوئی نظر بچا کے نکلتا تھا شیر سے

سہمی تھی فوج تیغِ علمدار دیکھ کر
ہلچل پڑی تھی موت کا بازار دیکھ کر

تھی قبضۂ جری میں وہ شمشیرِ آبدار جو تھی برائے نصرتِ محبوب کردگار
قہرِ نگاہِ حق نے بنائی تھی جس کی دھار رکھا تھا جس کا نام مشیت نے ذوالفقار

چاہے جری تو دشت کو کشتوں سے پاٹ دے
نسلِ امیرِ شام کے رشتے کو کاٹ دے

وہ تیغ جس کو ناخنِ شیرِ زیاں کہیں
وہ تیغ جس کو ابروئے حورِ جناں کہیں
وہ تیغ جس کو شعلۂ برقِ تپاں کہیں
وہ تیغ جس کو قوس کہیں کہکشاں کہیں
وہ تیغ جس کے خم میں کشش تھی ہلال کی
جھنکار جیسے گونج اذانِ بلال کی

خیر البشر کے دین کی وہ پاسبان تھی
حق العباد و عدل و وفا کا نشان تھی
قرآں کی آبرو تھی پیمبر کی شان تھی
وہ تیغ جو خدا کے سپاہی کی جان تھی
مشکلکشا کی ہمدم و دمساز بن گئی
وہ تیغ جو رسول کی آواز بن گئی

ہر بولہب کے واسطے سفاک ہو گئی
وہ پاسبانِ صاحب لولاک ہو گئی
مرحب کا خون چاٹ کے بیباک ہو گئی
خندق میں اتنی دھوئی گئی پاک ہو گئی
پائی تھی حکم بزمِ رسالت پناہ سے
اتری تھی جو زمیں پہ امر الٰہ سے

چلتی تھی امرِ حق سے شۂ لافتیٰ کی تیغ
تھی فتنہ و فساد کی دشمن خدا کی تیغ
رکتی نہ تھی کسی سے بنِ مرتضیٰ کی تیغ
عباس کا وہ ہاتھ وہ مشکلکشا کی تیغ
شیرازۂ سپاہ کے ڈورے کو کاٹ کے
آخر کو شیر آگیا نزدیک گھاٹ کے

اشعار میں رجز کے شجاعت کی شان تھی — آلِ عبا کی رفعت و عظمت کی شان تھی
مشکلکشا کے زورِ خطابت کی شان تھی — قرآں کے بیانِ فصاحت کی شان تھی
بولے امامِ عصر شرِ مشرقین ہیں
اللہ کے رسولؐ کے نائب حسینؑ ہیں

پہچان لو بتول کا دلبر حسینؑ ہے — نورِ نگاہِ ساقیٔ کوثر حسینؑ ہے
جانِ حبیب خالقِ اکبر حسینؑ ہے — واللہ یادگارِ پیمبرؐ حسین ہے
پہچان لو غلام ہوں جانِ بتولؑ کا
میرا علم نشان ہے دینِ رسولؐ کا

سبطِ نبی ہے عدل و مساوات کا وکیل — سبطِ نبی ہے حاملِ جذبِ دلِ خلیلؑ
سبطِ نبی ہے مالکِ تسنیم و سلسبیل — سبطِ نبی ہے محفلِ کونین میں جلیل
گمراہ ہو گے بابِ نبوت کو چھوڑ کر
بھٹکو گے تم رسول کی عترت کو چھوڑ کر

کیوں دشمنی ہے سبطِ رسولِ انام سے — رکھتے ہو کیوں عناد شہِ خاص عام سے
ڈرتے رہو عذابِ الٰہی کے نام سے — طوفانِ نوحؑ اٹھے گا خونِ امام سے
امواجِ خوں میں یہ در و دیوار ڈوب جائے
ایسا نہ ہو یزید کی سرکار ڈوب جائے

اب بھی ہے وقت جور و ستم سے الگ رہو الزامِ خونِ شاہِ امم سے الگ رہو
رنج و ملال و آتشِ غم سے الگ رہو گرمیٔ قہرِ ربِ حرم سے الگ رہو
ابنِ زیاد پیکرِ فسق و فجور ہے
زہرا کا لال قلبِ پیمبر کا نور ہے

وہ تذکرہ حسینؑ کا ہر گام پر نفس گرمیٔ خوں سے بڑھ گیا تیغِ علی کا کس
مثلِ گیاہ کٹتے تھے پروردۂ ہوس کہتی تھی فوج بس بن شیرِ اِلٰہ بس
کتنے ہی مارے خوف کے جاں سے گذر گئے
کتنے ہی ٹھوکروں سے غضنفر کی مر گئے

کٹتے ہوئے وہ خود، وہ اڑتے ہوئے شرار ملتی ہوئی فرات کے پانی سے خوں کی دھار
ہیبت سے کانپتے ہوئے میداں میں بدشعار مثلِ عقاب اڑتا ہوا رن میں راہوار
مرکب کا حسن آہوئے تاتار سے سوا
رفتار جو نگاہ کی رفتار سے سوا

گردشِ وفا کے خوں کی تنِ راہوار میں کھنچتی ہوئی لجام کفِ اعتبار میں
وہ تیز گام فوجِ ستم کے حصار میں جیسے عروسِ حجلۂ گل خارزار میں
چلتا تھا یوں نکل کے حصارِ سپاہ سے
جیسے کرن گزرتی ہے ابرِ سیاہ سے

وہ جنگِ میرِ شام شۂ کائنات سے
دریا کو گھیر رکھا تھا دشمن نے گھات سے
پیاسی تھی فوج حیدرِ صفدر کی رات سے
یونہی حسینؑ لائے تھے پانی فرات سے
حیدر کے سب نگینے تھے الماس کی طرح
صفین میں حسینؑ تھے عباسؑ کی طرح

آیا سرِ فرات وہ شبیرؑ کا علم
دریا نے چوم چوم لئے شیر کے قدم
بولا سپاہِ ظلم سے وہ پیکرِ حشم
دیکھو ہے کون نہر کا مختار تم کہ ہم
جامِ غرور ٹوٹ گیا میرِ شام کا
دریا پہ اختیار ہے ہر تشنہ کام کا

وہ تشنگی کی آگ وہ رخسار زرد سے
آنکھوں میں اشک شدتِ احساس درد سے
رخ کو جری نے صاف کیا رن کی گرد سے
کھولی علم سے مشک بھری آبِ سرد سے
کھنچ آئے کائناتِ وفا جیسے اشک میں
دریا سمٹ کے آ گیا پیاسے کی مشک میں

ساحل متاعِ دیدۂ تر دیکھتا رہا
ضبطِ عطش وفا کا اثر دیکھتا رہا
مرکب بھی منہ پھرا کے نظر دیکھتا رہا
حیرت سے روئے تشنہ جگر دیکھتا رہا
دریا سے منہ کو پھیر کے یادِ امام میں
اک ڈھیل دی جری نے فرس کی لجام میں۔

سوکھے نہ حلق پیاس سے، شاداب ہو فرس — مضطر نہ مثلِ ماہیٔ بے آب ہو فرس
گرمی میں تشنگی سے نہ بیتاب ہو فرس — مقصود تھا کہ نہر سے سیراب ہو فرس
پیاسا ہے تین روز سے مرکب بھی دشت میں
پانی پلا دے اسپ کو دریا کے طشت میں

پھر فاتحِ فرات بہ اندازِ حیدرؑی — مشکیزہ لے کے نکلا بہ شانِ غضنفری
رندِ ولا پکارے کہ اے ساقیٔ جری — ہم بھی ہیں تشنہ، ہم کو بھی صہبائے کوثری
مشکِ مئے ولا کا دہن ہم پہ کھول دے
دل کے لہو میں پگھلی ہوئی آگ گھول دے

ہم بھی غلامِ ساقیٔ کوثر ہیں اے جری — رکھتے ہیں ہم بھی دل میں وہی جذبِ قنبری
ہم بھی ہیں تشنگانِ مئے عشقِ حیدرؑی — مجلس میں اپنی بانٹ دے صہبائے کوثری
سقائے کربلا تری ساقی گری رہے
یہ تیری مشک حشر کے دن تک بھری رہے

مشکیزۂ سکینہؑ تشنہ جگر کا آب — پانی نہیں ہے خونِ رگِ دل کی ہے شراب
اس آب میں ہے فکر و شعورِ ابو تراب — ہر بوند میں سموئی ہے اللہ کی کتاب
جو مئے ہے تیرے پاس، نہیں سلسبیل میں
قرآن کا نچوڑ ہے تیری سبیل میں

ساقی یہ آب، ساغرِ عشق و وفا میں دے • تو ہے سخی پیالۂ جود و سخا میں دے
پیمانۂ ولائے شہِ کربلا میں دے • پیاسوں کو آبخورۂ خاکِ شفا میں دے
بادہ کشوں کو بزمِ شہِ تشنہ کام کے
ساغر عطا ہوں آج بہتّر کے نام کے

تسنیم و سلسبیل کا ساقی دلربا • سقائے اہلبیتِ شہنشاہِ دوسرا
مینا بدوش ساقی صحرائے کربلا • ہے تیرے میکشوں کی یہ اللہ سے دعا
جائے یہ آب بنتِ شہِ مشرقین تک
یارب یہ مشک پہونچے خیامِ حسینؑ تک

پھر فوجِ کیں سمٹ کے جمانے لگی پرے • اس قصد سے کہ جانِ علی پر جفا کرے
دھاروں پہ دھار خنجر و شمشیر پہ دھرے • سینوں میں اپنے کینہ و بغض و حسد بھرے
مشکیزہ چھید دے یہ ارادہ کئے ہوئے
شمشیر و گرز و ناوک و خنجر لئے ہوئے

اے فاتحِ فرات ذرا اور تیز گام • کرنے لگے ہیں اہل ستم پھر سے اژدہام
ہیں تیرے انتظار میں طفلانِ تشنہ کام • یہ آس ہے کہ بھرنے ہی والے ہیں خشک جام
بچوں میں آگئے ہیں شہِ مشرقین بھی
رن میں علم کو دیکھ رہے ہیں حسینؑ بھی

انبوہِ سرکشان و ہجومِ ستم گراں — یہ دشمنانِ عترتِ پیغمبرِ زماں
یہ وحشیوں کا غول گروہِ جفا کناں — یہ کثرت سپاہِ بن سعد، الاماں
جب رن میں تیغ زن شہِ صفدر کا شیر ہو
ایسا نہ ہو کہ جنگ میں کچھ اور دیر ہو

پھر آئے کھینچتے ہوئے تیغیں ستم شعار — پیدل کسی طرف سے کسی سمت سے سوار
مصروفِ جنگ پھر ہوا سرور کا جاں نثار — پھر جگمگائی جنگ میں حیدر کی ذوالفقار
پھر ابنِ بوتراب کے ماتھے پہ بل پڑا
پھر تیغ سے لہو کا سمندر اُبل پڑا

روکے ہوئے تھے راہ دلاور کی بدسیر — باندھے ہوئے صفوں کو جفا کار و فتنہ گر
لشکر کا دائرہ وہ حصارِ سپاہِ شر — چلتے ہوئے وہ تیر برستے ہوئے تبر
مشکیزہ و علم کی حفاظت کئے ہوئے
شیرِ جری تھا رن میں قیامت کئے ہوئے

پیکان و تیغ و گرز و سناں خنجر و تبر — وہ گوپھنوں سے سنگ کی بارش کہ الحذر
بیٹھے ہوئے درختوں کی شاخوں پہ فتنہ گر — ناوک لگا رہے تھے بہادر کی مشک پر
مقصود تھا کہ مشکِ دلاور کو چھید دیں
نورِ نگاہِ ساقیٔ کوثر کو چھید دیں

گرمی ہے تشنگی ہے جری کی لڑائی ہے — زخمی کسی کا سر ہے کسی کی کلائی ہے
ٹھوکر کسی کے تیغ کسی کے لگائی ہے — بیدم ہے تن کہ جان کسی نے گنوائی ہے

خوفِ جری سے رنگِ رخِ فوج زرد ہے
حیدر کا لال رن میں طلب گار مرد ہے

عزمِ جواں ہے نصرتِ شاہِ انام ہے — دل میں ہے یاد لب پہ ثنائے امام ہے
یہ پیکرِ جمالِ وفا کا مقام ہے — مشکیزہ دوش پر ہے مگر تشنہ کام ہے

چشمِ وفا کے اشکِ رواں میں فرات ہے
یہ تشنگی بھی ساغرِ آبِ حیات ہے

دشمن کی گھات گھات سے ہوشیار اے جری — غدار و حیلہ گر ہیں جفا کار اے جری
میرِ سپاہِ شام ہے عیار اے جری — مشکیزہ و علم سے خبردار اے جری

صدر و جبین و زانو و پہلو بچا کے چل
اے شیر ضربِ تیغ سے بازو بچا کے چل

بزدل سہی کثیر مگر ہے سپاہ شر — دشمن کی تیرے شانہ و بازو پہ ہے نظر
زد میں ہے تیری مشک ترا سینہ و جگر — بیٹھا ہے تیر حرملہ چلّے میں جوڑ کر

یہ فتنہ گر وفا کی نشانی مٹا نہ دے
پانی میں خون، خون میں پانی ملا نہ دے

طفلانِ تشنہ کام کی حالت تباہ ہے افسردہ رن میں سبطِ رسالت پناہ ہے
پیاسوں کو تیری مشک کے پانی کی چاہ ہے تیری ہی سمت سرورِ دیں کی نگاہ ہے
یہ فاصلہ گراں ہے تردد ہے شاہ کو
طے کر لے جتنا جلد ہو خیمے کی راہ کو

دشمن قریب ہے کہیں بازو جدا نہ ہو ماتھے کا خون سرمۂ چشمِ وفا نہ ہو
زخموں سے چور لختِ دلِ مرتضٰی نہ ہو محرومِ آب بنتِ شہِ کربلا نہ ہو
کوئی کمان و تیر ہے کوئی سناں لئے
قاتل کھڑے ہیں آڑ میں گرزِ گراں لئے

وہ حرملہ کا تیر چلا مشک کی طرف لرزا البشر کا طرۂ تاجِ سرِ شرف
پیکانِ ظلم سے ہوئی مشکِ جری ہدف تربت میں تھرتھرا گیا قلبِ شہِ نجف
تیغِ ستم کے وار سے بازو جدا ہو
بے دست رن میں بازوئے شیرِ خدا ہو

پرچم گرا رسولِ زمن کا غضب ہوا شہ کی نظر میں دن کا اُجالا بھی شب ہوا
گرزِ گراں سے چور سرِ تشنہ لب ہوا کشتہ چراغِ دیدۂ شاہِ عرب ہوا
سر کے لہو میں غرق بنِ بوتراب ہے
کاغذ کے پیرہن میں خدا کی کتاب ہے

آواز دی حسین کو قرباں ہوا غلام   میری بہن سے کہیئے مرا آخری سلام
پانی نہ لا سکا پئے طفلانِ تشنہ کام   مجوب ہوں سکینہ سے اے سرورِ انام

بچوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا
حاصل سوائے حسرت حاصل نہیں رہا (غالب)

سن کر صدا حسین نے تھاما دل و جگر   بارِ الم نے توڑ دی شبیر کی کمر
دریا کی سمت یوں چلا مولائے بحر و بر   گم ہو گئی ہو جیسے اندھیرے میں رہگزر

بولے کہاں سے لاؤں چراغِ نظر کو میں
عباس تم کو ڈھونڈھنے جاؤں کدھر کو میں

ہر موڑ پر وفا کا نشانِ قدم ملا   بازو کہیں ملے کہیں مشک و علم ملا
غرقابِ خونِ سر بنِ میر حرم ملا   بالیں پہ شاہ آئے تو ہونٹوں پہ دم ملا

بولے کہ بخت، درد جگر کو بڑھا گیا
عباس جس کو تم نے پکارا تھا آگیا

کیونکر ہوئی سپہ سے لڑائی بتائیے   بازو پہ کس نے تیغ لگائی بتائیے
کیوں آ گئی پسند ترائی بتائیے   دل کی مراد بھائی سے بھائی بتائیے

آنکھیں ذرا تو کھولیئے بیتاب ہے حسینؑ
اے تشنہ کام ماہئ بے آب ہے حسینؑ

زخموں سے چور چور تھا حیدر کا نورِ عین　　اشکوں سے زخم دھونے لگے شاہِ مشرقین
بانہوں میں لے کے فرقِ بن فاتحِ حنین　　آنکھوں سے صاف کرنے لگے خونِ سر حسین

بانہیں ملیں جو رن میں شہِ مشرقین کی
عباس دیکھنے لگے صورت حسین کی

اے رہنمائے جادۂ عرفان و جستجو　　اے درسگاہِ مسلکِ وحدت کی آبرو
تجھ سے ہے لالہ زارِ شہادت میں رنگ و بو　　بولے حسین ہے یہ مرے دل کی آرزو

آقا نہ شاہ وقتِ جدائی کہو مجھے
عباس ایک بار ہی بھائی کہو مجھے

بھائی کہا تو فرطِ محبت سے رو دیا　　بولا کہ جانتا ہوں شہِ دیں کا مرتبہ
مولا مرا امام ہے ساری خدائی کا　　اک ذرۂ حقیر کو نسبت قمر سے کیا

شہ بولے تو ضمانت حق العباد ہے
شہرِ وفا و عشق کا باب المراد ہے

بولا ادب سے سرورِ عالی سے دل حزیں　　دریا سے میری لاش نہ لے جائیں شاہِ دیں
ہے پارہ پارہ جسم و سر و سینہ و جبیں　　ہے چاک چاک جیب و گریباں و آستیں

آئے گی مجھ کو زینب و کلثوم سے حیا
تشنہ جگر سکینہ معصوم سے حیا

چپ ہوگیا یہ کہہ کے علمدارِ کربلا　　عکسِ حسینؑ آئینہ رخسارِ کربلا
سقائے آلِ یوسفِ بازارِ کربلا　　وہ نقدِ جاں فروش خریدارِ کربلا
نقشِ وفا ترائی میں جاوید ہوگیا
ضیغم ہوائے دامنِ ساحل میں سوگیا

فرطِ الم سے اشک بہائے ہوئے حسینؑ　　سر کو ملال و غم سے جھکائے ہوئے حسینؑ
معراج عرشِ صبر کی پائے ہوئے حسینؑ　　ہاتھوں سے دردِ دل کو دبائے ہوئے حسینؑ
اٹھے جوان بھائی کی بالیں سے اس طرح
اٹھتی ہے ٹیس سینۂ زخمی میں جس طرح

دریا سے شاہ پرچم عباس لے گئے　　دل میں خراشِ ریزۂ الماس لے گئے
اک اور داغِ سینۂ احساس لے گئے　　مشکیزۂ جری میں گھٹی پیاس لے گئے
سقائے اہلبیت نبیؐ کی جدائی کا
پرسا دیا حسینؑ کو زینب نے بھائی کا

بولی سکینہ ہوگئے مجھ سے چچا خفا　　یہ جانتی تو پیاس کا کرتی نہیں گِلا
مشکیزہ میرا آپ نے بھیجا ہے کیوں چچا　　بتلایئے کہ مجھ سے ہوئی کونسی خطا
صحرا میں دیکھیے شہِؑ والا اُداس ہیں
آجایئے کہ دیر سے بابا اُداس ہیں

کلثومؑ نے کہا مرا بھائی کدھر گیا　　بولیں رباب ہائے علمدارِ کربلا
زینب پکاریں اے مرے عباسِ باوفا　　عابدؑ نے آنکھ کھول کے فرمایا اے چچا
بازو تھے آپ رن میں شہِ مشرقینؑ کا
اب کون ہے علم جو اٹھائے حسینؑ کا

بولے حسینؑ اے مرے غم خوار الوداع　　اے یادگارِ جعفرؓ طیار الوداع
اے ورثہ دارِ حیدرِ کرار الوداع　　اے میرے جاں نثار علمدار الوداع
باقی جو حوصلہ تھا مرا پست کر دیا
عباس کی جدائی نے بے دست کر دیا

زینب نے شہ سے لے لیا مشکیزہ و علم　　بولیں تری دُھائی ہے اے ربِ ذوالکرم
خیمے میں سر کو پیٹ کے رونے لگے حرم　　شورِ فغاں سے کانپ گیا قلبِ دشتِ غم
یہ مجلسِ عزا تھی علمدارِ شاہ کی
جنت سے آرہی تھی صدا آہ آہ کی

قلب و جگر میں شعلہ فشاں آتشِ الم　　وہ تشنگی وہ درد وہ ماتم وہ اشکِ غم
بکھرے ہوئے وہ بال وہ بنتِ شہِ اُمم　　یوں پہلی بار اٹھتا ہے عباس کا علم
بچھڑا ہے بھائی دشت میں خواہر کے ساتھ سے
ماتم کی ابتدا ہوئی زینب کے ہاتھ سے

زینب یہ بین کرتی تھیں ہمشیر کیا کرے ۔۔۔ انبوہِ غم میں بیکس و دلگیر کیا کرے
سر کی ردا بچانے کی تدبیر کیا کرے ۔۔۔ کیا جانیئے خرابیٔ تقدیر کیا کرے
قاسم رہے نہ عون و محمدؑ میں کیا کروں
برگشتہ ہے نصیب تو کس کا گلا کروں

نظمیؔ فغاں کہ علمدار چل بسا ۔۔۔ تشنہ لبوں کی فوج کا سالار چل بسا
نورِ نگاہِ حیدرؑ کرار چل بسا ۔۔۔ سقائے بنتِ سیدؐ ابرار چل بسا
گو گرمیٔ حیات گئی تابِ دل گئی
لیکن وفا کو منزلِ معراج مل گئی
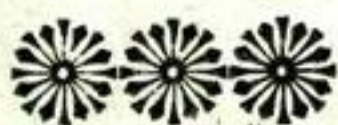
بہتر نے جہاں ماتھے جھکائے — وہاں دیکھے گئے کعبے کے سائے
محمدؐ سے محمدؐ تک محمدؐ — خدا نے ایک سے بارہ بنائے
زمانے میں شبِ عاشور کے بعد — قیامت آئے آئے یا نہ آئے
درِ شبیرؑ کی عظمت تو دیکھو — فرشتے آئے تو گردن جھکائے
یہ صبرِ بے زباں ہے تیر کھا کر — ہنسی آئی مگر آنسو نہ آئے
جلالِ دخترِ حیدرؑ نہ پوچھو — نظر اٹھے تو کوفہ تھر تھرائے
کہاں دیکھے ہیں ایسے کشتۂ حق — صدا تکبیر کی زخموں سے آئے
قیامت ہے قیامت ہے قیامت — نبیؐ کا لال اور پانی نہ پائے

پکارو تو زبانِ دل سے نظمیؔ
مدد کو آئے وہ شبیرؑ آئے
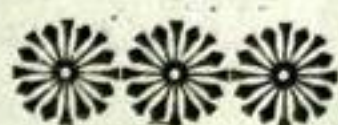
اے خالقِ حیاتِ شہیدانِ کربلا میرے قلم کو کردے ثنا خوانِ کربلا
کرنا ہے ذکرِ دلبرِ سلطانِ کربلا اکبرؑ ہے باغبانِ گلستانِ کربلا
یہ خوش جمال جانِ بنِ بوتراب ہے
کردار میں شبیہِ رسالت مآب ہے
یہ خوش جمال جس پہ بہتّر نثار ہیں لیلیٰ بلائیں لیتی ہیں سرورؑ نثار ہیں
بنتِ بنیؑ نثار ہے حیدرؑ نثار ہیں یوسف کا ذکر کیا ہے پیمبرؐ نثار ہیں
عباسؑ سے جری و مہذب کی گود میں
جو کھیل کر جواں ہوا زینب کی گود میں

پیکر میں حسنِ پیکرِ سلطانِؐ انبیاؑ ‏ گفتار میں فصاحتِ گفتارِ مرتضیٰؑ
عباسؑ کا جلال تو جعفرؑ کا دبدبہ ‏ جس کی رگوں میں گرم لہو ہے حسینؑ کا

جو کربلا میں دینِ پیمبرؐ کی آن ہے
بے شک نبی نہیں ہے نبوت کی شان ہے

روشن نگاہ جیسے چراغِ خدا کی لَو ‏ روشن جبیں کہ جیسے مہہ و کہکشاں کی ضو
روشن ضمیر خلد میں کوثر کی جیسے رَو ‏ روشن دماغ پرتوِ خورشیدِ صبحِ نو

نازک ہے جو حسینؑ کے احساس کی طرح
جرار ہے جو حضرتِ عباسؑ کی طرح

زلفوں میں حسن، جیسے سحابِ بہار ہو ‏ عارض میں رنگ جیسے گلِ لالہ زار ہو
ابرو میں خم کہ جیسے خمِ ذوالفقار ہو ‏ یوسف جمال جس پہ زلیخا نثار ہو

خوش رنگ پھول گلشنِ جانِ بتولؑ کا
بُلبُل کہا گیا جسے باغِ رسولؐ کا

وہ خوش جمال خانۂ زہراؑ کا آفتاب ‏ آنکھیں کہ جیسے نور فشاں چشمِ بوترابؑ
چہرہ کہ جیسے رحل پہ اللہ کی کتاب ‏ جس کا شباب احمدؐ مختار کا شباب

رُخ پُر جلال صورتِ خیر الانام کا
فرزند وہ حسین علیہ السلام کا

وہ خوش جمال نورِ دلِ دخترِ بتولؑ — وہ خوش جمال گلشنِ سبطِ نبی کا پھول
وہ خوش جمال نامِ علیؑ صورتِ رسولؐ — وہ خوش جمال زیرِ قدم جادۂ اصول

جس کی نظر میں تیغِ الٰہی کی دھار ہے
انگڑائی جس کی کھنچتی ہوئی ذوالفقار ہے

جادہ شناسِ منزلِ ایمان و آگہی — صوتِ اذاں میں سوزِ صدائے لبِ نبیؐ
قرآں کی شعور و تخیل میں روشنی — تشبیہِ حسنِ سیرتِ مشکلکشا علیؑ

گردوں پہ جس کے دم سے فضیلت ہے فرش کو
جس کی نگاہ چھو کے پلٹتی ہے عرش کو

وہ کہکشانِ آلِ پیمبر کا ماہ ہے — فرزند بوتراب کا نورِ نگاہ ہے
جس کی جبیں میں پرتوِ نورِ الٰہ ہے — جو یادگارِ حسنِ رسالت پناہ ہے

تصویر ہے رسول کی جایا رسول کا
دیکھا نہ ہو تو دیکھ لو سایہ رسول کا

پنجہ میں جس کے پنجۂ شیرِ خدا کا زور — جس کی کلائیوں میں شہِ لافتیٰ کا زور
بازو کی رگ میں بازوئے مشکلکشا کا زور — دل کی پرت پرت میں دلِ مرتضیٰ کا زور

ٹھوکر سے اپنی سرِ سکندر کو توڑ دے
ہو سامنے تو قلعۂ خیبر کو توڑ دے

جو دھوپ میں ہے پیاس کی شدت سے خود نڈھال
قاسمؑ کا جس کو رنج ہے عباسؑ کا ملال
جو دیکھتا ہے بادشہ کربلا کا حال
ہے شاق جس کو دیکھنا خورشید کا زوال
بولا یہ شہ سے اذنِ وغا دیجئے حضور
شفقت سے اور دیر نہ اب کیجئے حضور

زخموں سے چور چور بھی ہوں تشنہ کام بھی
فہرستِ کشتگانِ وفا میں ہے نام بھی
شفقِ پدر بھی آپ ہیں میرے امام بھی
فرزندِ جاں نثار بھی ہوں میں غلام بھی
منزل یہ صبر کی ہے فدا کیجئے مجھے
بابا گلے لگا کے جدا کیجئے مجھے

سینہ ہے داغ داغ مرا قلب ہے تپاں
لیجیے نہ میرے صبر کا اب اور امتحاں
اذنِ وغا ملے تو مری جاں میں آئے جاں
میری سپاہ خلد میں ہے اور میں یہاں
جنت میں میرا ساقیٔ کوثر ہے منتظر
میرے امام میرا پیمبر ہے منتظر

کہنے لگے حسینؑ کہ اے میرے نوجواں
ہمشکل و ہم شبیہِ شہنشاہِ دو جہاں
میری بہن کا تجھ پہ سوا حق ہے میری جاں
زینبؑ نے تجھ کو پالا ہے زینب ہے تیری ماں
اپنی پھوپھی سے اذن مرے خوش جمال لے
وہ بھی گلے لگا کے تمنا نکال لے

یہ سن کے آیا خیمۂ زینبؑ میں خوش خصال
دیکھا پھوپھی کو خاک پہ بیٹھے ہوئے نڈھال
آنکھوں میں اشک لب پہ فغاں بیکسی کا حال
بکھرے ہوئے وہ عونؑ و محمدؑ کے غم میں بال
عباس کے ملال سے رخ زرد زرد ہے
پہلو بدل رہی ہیں کلیجے میں درد ہے

وہ سوزِ تشنگی ہے کہ لب ہیں پپڑیاں
آغوش میں سکینہؑ عطش سے ہے نیم جاں
وہ تشنہ کام بچوں کی فریاد اور فغاں
سوچا کہ کیا محل ہے کہ کھلتی نہیں زباں
خاموش جھک کے پائے کرم چومنے لگے
ثانئ فاطمہؑ کے قدم چومنے لگے

بولی پھوپھی، سمجھ گئی اے میرے دلربا
کیا چاہتے ہیں آپ غرض آپ کی ہے کیا
لیکن کوئی بتائے کہ اے میرے مہ لقا
وہ دل کہاں سے لاؤں کہ مرنے کی دوں رضا
ہم صورتِ رسولؐ کو بھالوں میں بھیج دوں
اپنی کمائی برچھیوں والوں میں بھیج دوں

ہم سِن ہو فاطمہؑ کے تو ہمنامِ مرتضیٰؑ
عباسؑ کا ہے لہجہ تو شبیرؑ کی ادا
شبرؑ کا رنگ پورے خدوخالِ مصطفےٰؐ
دل عزم میں علیؑ کا کلیجہ رسولؐ کا
عباسؑ و عونؑ و قاسمؑ ذیشاں کی یاد ہو
وہ گل ہو تم کہ سارے گلستاں کی یاد ہو

ہے عرصہ گاہِ حشر یہ میدانِ کربلا　　میں جانتی ہوں اور بھی ہونا ابھی ہے کیا
منظور ہے مجھے بھی مشیت کا فیصلہ　　مجھ کو بھی میرے بھائی نے بخشا ہے حوصلہ
کٹنا ہے رن میں فرقِ امامِ زمن ابھی
میرے بھی بازوؤں میں بندھے گی رسن ابھی

ٹھیرو ذرا کہ حسنِ دل آرا کو دیکھ لوں　　زلفِ درازو پیکرِ رعنا کو دیکھ لوں
دولہا بنا کے صورتِ زیبا کو دیکھ لوں　　اپنی سجی سجائی تمنا کو دیکھ لوں
یہ بارِ غم بھی سر پہ اٹھا لوں تو جائیے
اک بار اور دل سے لگا لوں تو جائیے

اے میرے لال مادرِ شیدا سے مل کے جا　　لیلیٰؑ کی کوکھ جلتی ہے لیلاؑ سے مل کے جا
تازہ ہے زخم کبریٰ کا بیوہ سے مل کے جا　　تہذیب ہے حسینؑ کی فضہؑ سے مل کے جا
ہے یہ شعار آلِ عبا کی تمیز کا
ہم نے شرف بڑھایا ہے گھر کی کنیز کا

بیہوش تپ سے بھائی ہے بیمار و تشنہ کام　　غفلت سہی جگا کے کرو آخری سلام
عظمت بڑی ہے اسکی بڑا رتبہ و مقام　　بعدِ حسینؑ ہونا ہے سجاد کو امام
ہادیٔ دیں، برادرِ غم خوار کے قدم
مرنے سے پہلے چوم لو بیمار کے قدم

اے میرے لال اور مرے دل کے پاس آ دو بول اپنے لب سے تشفی کے کہہ کے جا
چلتی ہے آج گھر میں مرے موت کی ہوا میداں میں منتظر ہے تری دیر سے قضا
اولاد میں حسینؑ کی بدرِ منیر ہے
جا تیرا دستگیر خدائے قدیر ہے

باغِ جناں میں جب تمہیں خیرالوریٰ ملیں حیدرؑ ملیں خدیجہؑ ملیں فاطمہؑ ملیں
شبرؑ شہیدِ ساغرِ زہرِ جفا ملیں عباسؑ و عونؑ و قاسمؑ گلگوں قبا ملیں
کہنا کہ کربلا میں ہے محشر بچایئے
زینبؑ کی لٹنے والی ہے چادر بچایئے

تم کو ملیں بہشت میں جب میرے لالہ فام میری طرف سے دونوں کو دینا مرا پیام
ماں دودھ بخشتی ہے بڑا کر گئے ہو کام روشن ہوا ہے تم سے جہاں میں وفا کا نام
کہنا دعائیں نکلی ہیں قلبِ ملول سے
مادر کو سرخرو کیا تم نے رسولؐ سے

عباسؑ نامدار سے کہنا مرا سلام کہنا کہ چھوڑ آیا ہوں بچوں کو تشنہ کام
سرورؑ ہیں اور لشکرِ دشمن کا ازدحام آقا کے پاس رن میں نہیں اب کوئی غلام
اصغرؑ کو رن میں جھولے سے لانے کو کون ہے
تم سے جواں کی لاش اٹھانے کو کون ہے

بولیں کہ دیر ہوتی ہے اب رن کو جائیے
دشمن کو اپنی تیغ کے جوہر دکھائیے
تنہا پدر رہے حوصلۂ دل بڑھائیے
کوفے کی فوج تا حدِ کوفہ بھگائیے
رکھ دو سپاہِ ظلم سرو ہی سے گود کے
دشمن بھی سمجھیں پالے ہو زینبؑ کی گود کے

اُٹھا سلام کر کے پھوپھی کو وہ خوش خصال
مادر کو پوچھتا ہوا آیا وہ نونہال
دیکھا کہ ایک گوشہ میں بیٹھی ہے خستہ حال
فرطِ غم و ملال سے بکھرے ہوئے ہیں بال
جو غم دبا کے رکھے تھے دل میں اُبل پڑے
بیٹے کو دیکھا ماں نے تو آنسو نکل پڑے

بولا کہ ضبط کیجئے غم اب نہ رویئے
اے افتخارِ اہلِ حرم اب نہ رویئے
ناموسِ بادشاہِ اُمم اب نہ رویئے
ہے آپ کو ہماری قسم اب نہ روئے
صابر ہیں آپ شان ہیں آلِ رسولؐ کی
زوجہ حسینؑ کی ہیں بہو ہیں بتولؑ کی

بولی نظر اٹھا کے یہ مادر کہ میرے لال
دنیا کا غم نہیں ہے کہ بکھرے ہیں میرے بال
رو کر دعا یہ کرتی ہوں اے میرے خوشخصال
ہدیہ مرا قبول کرے ربِ ذوالجلال
مقبول بارگاہِ الٰہی یہ پھول ہو
ماں نذر پیش کرتی ہے یارب قبول ہو

سلطانِ کائنات پیمبرؐ کے سامنے — زہراؑ کے سامنے شہِ صفدر کے سامنے
ابنِ رسول حضرت شبرؑ کے سامنے — کرتی ہوں پیش داورِ محشر کے سامنے

اپنے چمن کی کچی کلی بھی گلاب بھی
اصغرؑ کی کم سنی بھی تمہارا شباب بھی

سن کر بیانِ مادرِ مشفق وہ ذی حشم — تسلیم کر کے جھک گیا ماں کے چھوئے قدم
بولا کہ انتظار میں ہیں شاہِ محترم — رخصت کریں حضور تو مرنے کو جائیں ہم

فرمایا رو کے جاؤ سپردِ خدا کیا
اے جاں تمہیں نثارِ شہِ کربلا کیا

آواز سن کے بھائی کی سجادِ دلِ حزیں — بولے کہ آؤ اے علی اکبر مرے قریں
کیا ہے بتاؤ صورتِ حالاتِ دشتِ کیں — کیا شہ کے ساتھ اب کوئی انصار میں نہیں

اکبرؑ نے سر جھکا کے کہا دشتِ زشت میں
کوئی نہیں ہے اب کہ گئے سب بہشت میں

اکبرؑ نے پاؤں چومے تو سجادِ ناتواں — بولے کہ جاؤ دشت میں تنہا ہیں بابا جاں
رن میں کرو جہاد کہ ہے وقتِ امتحاں — کرب و بلا میں لٹ گیا حیدر کا گلستاں

حسرت سے منہ کو دیکھ کے خاموش ہو گئے
یوں دل میں اٹھا درد کہ بے ہوش ہو گئے

اتنے میں آپ آ گئے خیمہ میں شاہؑ دیں ‏ زینب سے بولے اے مری ہمشیر دلحزیں
ہم صورتِ رسول ہے یہ میرا مہ جبیں ‏ پہنا دو اس کو خلعتِ سلطانِ مرسلیںؐ
مشکلکشا کے کاندھے پہ چادر کو ڈال دو
نانا کا میرے سرخ عمامہ نکال دو

پہنا کے اپنے لال کو شہ خلعتِ رسولؐ ‏ خود لائے رن میں خیمے سے اپنے چمن کا پھول
بولا اٹھا کے دستِ دعا دلبرِ بتولؑ ‏ اے ربِّ بے نیاز مری نذر کر قبول
احساں کے بار سے ہے مرا سر جھکا ہوا
جو دے رہا ہوں تجھ کو ہے تیرا دیا ہوا

تسلیم کر کے سرورِؑ عالی کو خوش خصال ‏ چلنے لگا سپاہ کی جانب پئے جدال
بل ابروؤں پہ ہاتھ میں شمشیرِ بے مثال ‏ وہ پیکرِ جمال تھا اب پیکرِ جلال
گھوڑے کو ایڑ دی تو ہوا ہو گیا فرس
رف رف نفس اڑا تو صبا ہو گیا فرس

مرکب چلا بصورتِ طوفاں ہوا کے ساتھ ‏ جیسے اڑے شمیمِ گلستاں ہوا کے ساتھ
جیسے چلے سحابِ بہاراں ہوا کے ساتھ ‏ جیسے رواں ہو تختِ سلیماںؑ ہوا کے ساتھ
اک ساتھ بول اٹھیں زبانیں جھول کی
جنت سے آ گئی ہے سواری رسولؐ کی

وہ رنگِ شوخ لالۂ گلزار سے سوا
وہ آنکھ چشمِ نرگسِ بیمار سے سوا
وہ چوکڑی جو آہوئے تاتار سے سوا
وہ چست چال برقِ شرربار سے سوا
مثلِ ہلال حسن میں نعلِ سمند تھی
چاروں سموں میں وقت کی رفتار تھی

نزدیکِ فوج موج کی صورت اُمنڈ کر آئے
ٹھہرے کہ جیسے وقت کی رفتار ٹھہر جائے
دیکھے سپاہیوں نے جو تیور تو تھرائے
خود شمر کے قدم بھی رکابوں میں ڈگمگائے
رن میں پکارے لال ہوں جانِ بتولؑ کا
فرزند ہوں میں راکبِ دوشِ رسولؐ کا

میرا پدر ہے لختِ دلِ شاہِ لافتیٰ
میرا پدر ہے دلبر و دلبندِ فاطمہؑ
میرا پدر ہے قوتِ بازوئے مجتبیٰؑ
میرا پدر ہے وارثِ سلطانِ انبیاءؐ
فرزندِ بوتراب شہِ مشرقین ہے
میرا پدر امامِ زمانہ حسینؑ ہے

جس کی نظر میں ہیچ یہ لشکر ہے وہ حسینؑ
ٹھوکر میں جس کی تاجِ ستمگر ہے وہ حسینؑ
جو افتخارِ فاتحِ خیبر ہے وہ حسینؑ
جس کے لہو میں خونِ پیمبر ہے وہ حسینؑ
جس کو لباس بھیجا تھا خالق نے عید کا
ٹھہرو ابھی الٹتا ہے تختہ یزید کا

ہم نے بشر کو بخشا ہے ایمان و آگہی
ہم نے دیا ہے درسِ تمدن بھی علم بھی
ہم نے جگایا سویا ہوا قلبِ آدمی
ہم نے اذاں دی تو تمہیں روشنی ملی
حیدرؓ بھی ہیں ہمارے رسالتمآب بھی
ہم سے ملی ہے تم کو خدا کی کتاب بھی

سن کر بیاں یہ کہنے لگا شمر بد شعار
اے فوج والو لوٹ لو اس پھول کی بہار
جھپٹو کہ یہ اکیلا ہے اور تم کئی ہزار
دیکھو کہ میں نے وار کیا سب سے پہلا وار
یہ کہہ کے اس نے تیر کیا سر کمان سے
اکبرؓ نے بھی سنبھالی اِدھر تیغ شان سے

تکبیر کہہ کے نعرہ کیا یا علیؓ علیؓ
گھوڑے کو ایڑ دے کے کہا یا ولی علیؓ
اے عالمِ رموزِ خفی و جلی علیؓ
وہ جنگ ہو کہ رن میں پڑے کھلبلی علیؓ
اہلِ ستم بھی سمجھیں دل آرا ولی کا ہوں
فرزند ہوں حسینؓ کا پوتا علیؓ کا ہوں

پھر نوجواں نے حملہ کیا آن بان سے
در آیا قلبِ فوج میں حیدر کی شان سے
یوں نکلا فوجِ ظلم کے پھر درمیان سے
جیسے کہ تیر چھوٹ کے نکلے کمان سے
ٹوٹا جو قلبِ فوج تو بھگدڑ سی پڑ گئی
تنظیم اہلِ ظلم کی ساری بگڑ گئی

اکبرؑ کی تیغ برق تجلاّ بنی ہوئی گرمیٔ آفتاب سے شعلہ بنی ہوئی
پیکِ قضا اجل کا فرشتہ بنی ہوئی اٹھتی تھی رن میں حشر کا فتنہ بنی ہوئی
انبار فوجِ شام میں کشتوں کا لگ گیا
چرکا لگا حسام کا جس کے سلگ گیا

وہ آسماں سے آئی ہوئی تیغِ آبدار جبریل کی وہ لائی ہوئی تیغِ آب دار
حیدرؑ کی آزمائی ہوئی تیغِ آبدار اللہ کی بنائی ہوئی تیغ آب دار
شیرِ خدا کی آبرو حیدرؑ کی شان تھی
بے شک یہ تیغ حق کے سپاہی کی جان تھی

شعلہ مزاج و شعلہ زبان تھی وہ برق رو لگتی تھی جب بھی پیاس تو پیتی تھی وہ لہو
اتنی نڈر کہ آتی تھی دشمن کے روبرو مرتے تھے جس کی چال پر اسلام کے عدو
ہوتی تھیں جس سے راتوں میں باتیں بتولؑ کی
سینہ سپر رہی جو خدا کے رسولؐ کی

جو آج بھی کھنچی تھی شرافت کے نام پر خودداریوں کے نام پر عزت کے نام پر
صدق و وفا و حق و عدالت کے نام پر جو آج بھی اٹھی تھی شریعت کے نام پر
حکمِ امامِ وقت سے رن میں علم ہوئی
جنبش سے جس کی نسلِ یزیدی قلم ہوئی

وہ تیغِ مثلِ آئینہ شفاف ضوفشاں
ہر سو تھی دھوپ پڑتی تھی ہر سمت چھائیاں
اُڑتے ہوئے وہ طائرِ جاں سوئے آسماں
گونجی ہوئی وہ دشت میں آوازِ الاماں
بازارِ موت گرم تھا اکبرؑ کی تیغ سے
پالا پڑا تھا فوج کو حیدر کی تیغ سے

شہ دیکھتے تھے دور سے رن میں پسر کی جنگ
اندازہ وہ جدال کا جس میں علیؑ کا رنگ
ششدر تھی ساری فوج امیرِ سیاہ ذنگ
راہِ فرار بند ہوئی تھی زمیں تھی تنگ
انبوہِ غم میں بھی شہِ دل گیر ہنس دیئے
دشمن کو دی جھکائی تو شبیرؑ ہنس دیئے

کرب و بلا کی جنگ کا اب اور ہی تھا دور
ہلچل میں تھا سفینۂ افواجِ اہلِ جور
کوفے میں جنگ ہونے کا پیدا ہوا تھا طور
اتنے میں شیر نے کیا حملہ جو ایک اور
پسپا ہوئی سپاہِ ستم زور و قہر سے
لشکر کی پشت مل گئی دیوارِ شہر سے

شمرِ لعیں پکار اکر لعنت ہے دوستو
اک تشنہ لب کی تم پہ یہ ہیبت ہے دوستو
ٹھیرو ہمارے ساتھ تو کثرت ہے دوستو
بھگدڑ تمہاری ننگِ شجاعت ہے دوستو
ٹھہرو قدم جماؤ تو میداں میں گھیر لیں
اک ساتھ مل کے آؤ تو میداں میں گھیر لیں

دیکھو کہ یہ جوان ہے تشنہ دہن بہت
تم میں ہیں سنگبار بہت تیغ زن بہت
ماہر نشانہ باز ہیں ناوک فگن بہت
رستم سے پہلوان بہت پیل تن بہت
کیوں ڈر رہے ہو لشکرِ جرار ہے ادھر
کیا خوف ہے یزید کی سرکار ہے ادھر

بھیجو مقابلہ میں بہادر چھٹا ہوا
شاطر، شریر، ظلم کا پیکر چھٹا ہوا
قاتل فریب کار ستمگر چھٹا ہوا
یعنی بشر کے بھیس میں اژدر چھٹا ہوا
مارے گا جو بھی دشت میں اس خوش جمال کو
بھر دوں گا اس کی لعل و زمرد سے ڈھال کو

نکلا یہ سن کے فوج سے اک پیل تن شریر
دام ہوا و حرص و ہوس میں تھا جو اسیر
دولت کا وہ غلام زر و سیم کا فقیر
مکار شہرہ پشت شرارت میں بے نظیر
مستی میں فیلِ مست تھا گینڈے کا ڈیل تھا
فطرت سے جو لعین و کمین و ذلیل تھا

آیا وہ جھومتا ہوا اکبرؑ کے سامنے
دیکھا جو نور کو رن میں دلاور کے سامنے
کانپا جلالِ دلبرِ سرورؑ کے سامنے
جیسے کھڑا تھا حیدرِؑ صفدر کے سامنے
خوفِ اجل سے گھوڑے پہ تھرا کے رہ گیا
نظریں ہوئیں جو چار تو گھبرا کے رہ گیا

وہ خود سیر تھا مرحب و عنتر بنا ہوا صورت میں بولہب تھا ستمگر بنا ہوا
آیا تھا عبدِ ود کا وہ ہمسر بنا ہوا لرزا کہ تھا علیؑ علیؑ اکبر بنا ہوا
ہیبت سے پتہ آب ہوا کانپنے لگا
دہشت سے دم گھٹا تو لعیں ہانپنے لگا

دشمن کو خوفِ موت سے دیکھا جو بیقرار کہنے لگے یہ اکبر ذیشان وذی وقار
ہے سامنے کھلی ہوئی تیرے رہ فرار بے دیں نہ بن کہ کچھ نہیں دنیا کا اعتبار
بھیجا ہے جس نے تو اسی خود سر کو بھیج دے
لشکر میں جا کے شمرِ ستمگر کو بھیج دے

کیوں ہاتھ دھو کے آیا ہے تو اپنی جان سے جا اور پوچھ شمرِ ضلالت نشان سے
تو رن میں کیوں نکلتا نہیں آن بان سے وہ ہے جری لڑے جو سپاہی کی شان سے
تلوار کی لڑائی ہے آسان جیت لے
بزدل اگر نہیں ہے تو میدان جیت لے

کہنے لگا کہ بھاگ کے جانے میں شرم ہے طعنے سپاہِ شام کے کھانے میں شرم ہے
اپنا وقار و رتبہ گرانے میں شرم ہے مرنے سے اپنی جان بچانے میں شرم ہے
دریا ہوں وہ جو چڑھ کے اترتا نہیں کبھی
میداں میں آ کے موت سے ڈرتا نہیں کبھی

یہ کہہ کے اس نے پینترا بدلا چلائی تیغ
مونڈھا دکھا کے دھوکے سے سر پر لگائی تیغ
اکبرؑ نے وار روکا غضب کی بچائی تیغ
دو چار چوٹیں اور بدل کر اڑائی تیغ
پنجہ کے ساتھ اڑ گئی تلوار دور تک
گونجی فضا میں تیغ کی جھنکار دور تک

دشمن کو زیر کر لیا جب نورِ عین نے
دیکھا نظر اٹھا کے شہِ مشرقین نے
پھر راہ پائی غم میں مسرت نے چین نے
دی نوجواں کو دادِ شجاعت حسینؑ نے
تکبیرِ نوجواں کی سرِ دشت چھا گئی،
خیمے کے در پہ دوڑ کے مادر بھی آ گئی

سجدہ خدا کے شکر کا شبیرؑ نے کیا
مادر نے دیں دعائیں تو زینبؑ نے یہ کہا
اللہ زورِ بازوئے اکبرؑ کو کر سوا
جامِ وِلا کے رند پکارے کہ مرحبا
ڈر ہے عذاب کا نہ تمنا ثواب کی
پیاسو چلو سبیل لگی ہے شراب کی

میدانِ کارزار میں پینا ہے وہ شراب
کونین جس شراب کی مینا ہے وہ شراب
جس کا خمار عرش کا زینہ ہے وہ شراب
جو کبریا کے رخ کا پسینہ ہے وہ شراب
ہجرت میں جو رسولؐ کے بستر پہ پی گئی
صحنِ حرم میں دوشِ پیمبر پہ پی گئی

یہ میکدہ ہے کوچہ بخیر الانام میں — مینا ہے جس شراب کی دستِ امام میں
پانی کی چاہ رہتی نہیں تشنہ کام میں — ملتی ہے یہ شراب مشیت کے جام میں
صفین میں کبھی کبھی خیبر میں پی گئی،
عاشور کو حسینؑ کے لشکر میں پی گئی

لو وہ شراب میکشو اکبرؑ کے ہاتھ سے — جنت میں جو ملے گی پیمبرؐ کے ہاتھ سے
مومن پئیں گے ساقیٔ کوثر کے ہاتھ سے — کرب و بلا کے پیاسے بہتر کے ہاتھ سے
اشکوں کی خوں کے ساتھ روانی نہ مانگنا
جس شکل کا بھی ہو یہاں پانی نہ مانگنا

بے آب تین دن سے پیمبرؐ کی آل ہے — وہ سوز تشنگی ہے کہ جینا محال ہے
جانِ رسول کیلئے پانی کا کال ہے — اصغر ہے نیم جاں تو سکینہ نڈھال ہے
سوکھے ہیں نٹ پیاس میں عناب کی طرح
مضطر ہیں بچے ماہیٔ بے آب کی طرح

دورانِ جنگ ہائے وہ اکبرؑ کی تشنگی — وہ فوج کے سیاہ نشانوں کی تیرگی
وہ موت کا حصار وہ معصوم زندگی — ہر ضربِ کامیاب پہ تسبیح و بندگی
لب پر کوئی گلہ نہ شکایت کا حرف تھا
سمٹا تھا جس میں صبر کا دریا وہ ظرف تھا

اسلام کا وقار دوبالا کئے ہوئے — مثلِ ابوترابؑ تھا حملہ کئے ہوئے
عمرِ ابد کا موت سے سودا کئے ہوئے — شبیرِ جری تھا فوج کو پسپا کئے ہوئے

پیاسے سے تین دن کے ہزاروں کی جنگ تھی
راہِ فرار فوجِ ستمگر پہ تنگ تھی

جوشِ وغا میں تیغ چلاتے ہوئے چلے — اہلِ ستم کو رن میں بھگاتے ہوئے چلے
جامِ اجل عدو کو پلاتے ہوئے چلے — رخ مرگِ ناگہاں کا دکھاتے ہوئے چلے

ثابت قدم عدوئے شہِ کربلا نہ تھے
ہوش و حواس اہلِ جفا کے بجا نہ تھے

لیکن سنان ابن انس پیکرِ دغا — تھا اک نہالِ دشت کے پیچھے چھپا ہوا
اتنے میں ایک اور ستمگار بے حیا — تلوار لے کے سامنے اکبرؑ کے آگیا

ہونے دیا نہ مکر کا کوئی گمان تک
یہ گھات تھی کہ شیر کو لائے سنان تک

دشمن کا سر اڑا دیا شمشیر نے مگر — برچھی لگائی آڑ سے قاتل نے پشت پر
پہلو میں چاک ہوگیا مظلوم کا جگر — رن سے پکارے شاہ کو لیجے مری خبر

سن کر صدا پسر کی چلے شاہ اس طرح
چلتی ہے موجِ درد رگِ دل میں جس طرح

سرور پکارے ہائے جواں شیر مر گیا　　دنیا سیاہ ہو گئی نورِ نظر گیا
سمتِ بہشت دشت سے تشنہ جگر گیا　　ہم صورتِ رسول جہاں سے گزر گیا
طاقت نہ تھی لڑائی کی یثرب کے شاہ میں
بیٹے کی لاش ڈھونڈ رہے تھے سپاہ میں

اک جا ہجومِ فوج میں دیکھا کہ نوجواں　　صحرا کی جلتی ریت پہ گھستا ہے ایڑیاں
ہے تشنہ لب کے زخم جگر سے لہو رواں　　دل میں چبھی ہوئی ہے جفاکار کی سناں
بیٹے کے پاس آکے شہِ مشرقین نے
کھینچا جگر کے زخم سے نیزہ حسینؑ نے

بوچھار ہے لہو کی اندھیرا ہے دشت میں　　ہر سو ہجومِ لشکرِ اعدا ہے دشت میں
تصویرِ غم دلیر کا چہرا ہے دشت میں　　احساس ہے کہ باپ اکیلا ہے دشت میں
سرورؑ مدد کے واسطے کس کو بلائیں گے
تنہا جواں کی لاش کو کیسے اٹھائیں گے

اِس حال میں اکھڑنے لگا نوجواں کا دم　　ثابت ہیں اس مقام پہ بھی شکر کے قدم
پیری کا ضعف پیاس کی شدت پسر کا غم　　لیکن ہیں نقش صبر و رضا سرورِ اُمم
ہر سو ہے تیرگی کہ ہے نورِ نظر کی لاش
ٹوٹی کمر پہ لے کے چلے ہیں پسر کی لاش

تا خیمہ لائے اکبرؑ تشنہ دہاں کی لاش رکھ کر زمیں پہ کشتۂ تیغ و سناں کی لاش
بولے کہ بچو آؤ اٹھاؤ جواں کی لاش ہم صورتِ پیمبرؐ کون و مکاں کی لاش
لیلاؑ پکاریں شکرِ خدا حق ادا ہوا
میرا سعید بیٹا پدر پر فدا ہوا

خیمے سے نکلے دوڑ کے طفلانِ تشنہ کام تا لائیں لاشِ اکبرؑ ذیشان و لالہ فام
جلتی زمیں پہ بیٹھ گئے سرورِ انام میت اٹھائی بچوں نے لے کر علیؑ کا نام
نظمیؔ نہیں ہے تابِ رقم غم کے بین کی
منزل کڑی ہے صبرِ امام حسینؑ کی

بزم میں تذکرۂ تشنہ دھانی ہو جائے
کوئی پیاسا نہ رہے اشک فشانی ہو جائے

پیاس ہے عشقِ شہِ تشنہ جگر کی نظمیؔ
آتشِ سوزِ نہاں آنکھ میں پانی ہو جائے

غمِ شہید بہ صد شور و شین لکھا ہے
کرن کرن نے شہِ مشرقین لکھا ہے

شفق نے خونِ شہادت کی آبرو کیلئے
میانِ ارض و سما "یا حسینؑ" لکھا ہے

واللہ علیؑ چشمِ پیمبرؐ کی ضیا ہے
واللہ علیؑ رحمتِ عالم کی دعا ہے

اس پر بھی تو معلوم نہیں رتبۂ حیدرؑ
حالانکہ نصیری کی نگاہوں میں خدا ہے
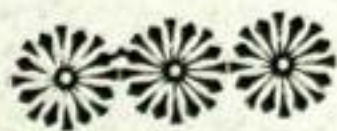
تخلیقِ کائنات کی تعبیر ہے حسینؑ
نوعِ بشر کے بخت کی تحریر ہے حسینؑ

آیاتِ کردگار کی تفسیر ہے حسینؑ
اللہ کے رسولؐ کی تصویر ہے حسینؑ

آدم کی روح و جاں ہے محمدؐ کا چین ہے
انسان کے شرف کا تصور حسینؑ ہے

وہ ذات جو ہے حاصلِ گلزارِ زندگی
غم خانۂ حیاتِ زمانہ میں روشنی

اوجِ بشر بلندیٔ معیارِ آدمی
سہ روزہ تشنگی میں بھی تسنیمِ آگہی

رکھی ہے جس نے لاج بشر کے شعور کی
جس کی نظر میں برق تڑپتی تھی طور کی

آوازِ حق مصنفِ دستورِ انقلاب
تقدیرِ خاک و قسمتِ خورشید و ماہتاب
انداز میں رسولؐ تو تیور میں بوترابؑ
جس کے لہو میں جذب تھی اللہ کی کتاب
پیکر بسا تھا نکہتِ شیرِ بتولؑ سے
خلقت کو جس نے دیکھا تھا چشمِ رسولؐ سے

پیشِ نظر تھی صورتِ تخلیقِ مہر و ماہ
وہ بھی تھا جزوِ نورِ شہنشاہِ حق پناہ
اُس کی بھی پتلیوں میں پیمبرؐ کی تھی نگاہ
وہ بھی تھا کائنات کا سلطانِ کج کلاہ
شامل تھا نورِ قلبِ علیؑ و بتولؑ میں
وہ بھی پلا تھا شہرِ علومِ رسولؐ میں

قابو میں صبر، صبر کے قابو میں کائنات
وہ تشنگی جو رشکِ یمِ کوثر و فرات
کھینچا نظر سے جس نے خطِ جادۂ نجات
قرآں کو عمر تو ملی اسلام کو حیات
ٹکرا کے پست ہو گئیں فوجیں جہول کی
وہ ذات جو فصیل تھی دینِ رسولؐ کی

جس کے ہر اک رفیق میں خود اسکی جان تھی
قالب الگ الگ تھے مگر ایک شان تھی
پیاسوں کے منہ میں ایک ہی سوکھی زبان تھی
ہر تشنہ لب کی آن بہترؔ کی آن تھی
وہ قد لباس جن پہ محبت کے ٹھیک تھے
ضد تھی اگر تو ضد میں بہتر۷۲ شریک تھے

کوئی گیا نہ شاہ سے ناتے کو توڑ کر
حرؑ آگیا یزید کے لشکر کو چھوڑ کر
الزام ضد کا پنجۂ باطل مروڑ کر
رشتہ دیا امام نے دلوں کو جوڑ کر

انسان کے شرف کی گواہی ہے کربلا
یعنی دلیلِ علمِ الٰہی ہے کربلا

اقلیمِ شامِ تار کا خورشید ہے حریف
پیدا اگر ہو یاس تو امید ہے حریف
شر کی نظر میں خیر کی تائید ہے حریف
انکارِ رب کا کلمۂ توحید ہے حریف

یہ غم نہیں ہے صرف شہِؑ مشرقین کا
یارو حریفِ ظلم ہے ماتم حسینؑ کا

بے تیشہ ہاتھ اٹھتے ہوئے اعتقاد کے
بُت توڑتے ہیں دھر میں بغض و عناد کے
کہتے ہیں اشک کشتۂ خنجر کی یاد کے
ہم آج بھی حریف ہیں ابنِ زیاد کے

عباسؑ کے علم کو اٹھائے ہوئے ہیں ہم
شمعِ حیاتِ شاہؑ جلائے ہوئے ہیں ہم

بزمِ عزا بھی بزمِ طریقت ہے ہمنشیں
سرورؑ کا ذکر روحِ عبادت ہے ہمنشیں
یہ ماتمِ حسینؑ ۔ ریاضت ہے ہمنشیں
زندہ ثبوتِ جذبِ محبت ہے ہمنشیں

شہ کی عزا رواج نہیں ہے پیام ہے
اسلام کربلا کے شہیدوں کا نام ہے

سینہ زنی ہے سوگ کا انداز صاجبو　　آنسو ہے سوزِ عشق کا ہمراز صاجبو
ہے شاہ کے سکوت کا اعجاز صاجبو　　ماتم کی گونجتی ہوئی آواز صاجبو

یہ ماتمی نہیں ہیں شہِ مشرقین کے
زیرِ علم کھڑے ہیں سپاہی حسینؑ کے

سرشارِ عشقِ سروَرِ تشنہ جگر ہیں ہم　　ہر اشک ہے حریفِ جفا کاری و ستم
نقشِ وفا ہے دوش پہ عباسؑ کا علم　　پرتو میں ہر ضریح کے ہے جلوۂ حرم

حق کا امام باڑوں میں جلوہ دکھا دیا
ہر دیس میں حسینؑ نے کعبہ بنا دیا

کعبہ کہ جس میں بندگیٔ کبریا بھی ہے　　کعبہ کہ جس میں تذکرۂ انبیاء بھی ہے
کعبہ کہ جس میں درسِ کتابِ خدا بھی ہے　　کعبہ کہ جس میں یادِ شہِ اولیا بھی ہے

کعبہ جو یادگارِ شہیدِ نیاز ہے
ماتم میں بھی نماز کا سوز و گداز ہے

قبلہ نما ہے فاطمہؑ زہرا کا نورِ عین　　باطل شکن ہے پرچم مولائے مغربین
اعلانِ حق ہے ماتم سلطانِ مشرقین　　آوازِ لا الٰہ ہے آوازِ یا حسینؑ

اسلام کے پیام کی تجدید بن گیا
ماتم فروغِ مسلکِ توحید بن گیا

ماتم وفا سرشت بناتا ہے دوستو　　نالہ شعورِ عشق جگاتا ہے دوستو
غم پاسِ اہلِ درد سکھاتا ہے دوستو　　مجلس سے علمِ مجلسی آتا ہے دوستو
حق کا امام باڑوں سے پیغام لیجئے
قرآن لیجئے یہاں اسلام لیجئے

اسلام جس کے نام پہ سروڑ نے سر دیا　　اسلام جس کی راہ میں مولا نے گھر دیا
اسلام جس کے فیض کا پیمانہ بھر دیا　　اسلام جس کو زندۂ جاوید کر دیا
جامِ حیات بھر دیا عرفاں کے نور سے
دل کے چراغ جلنے لگے برقِ طور سے

کرب و بلا ہے شمعِ حقیقت کی روشنی　　کرب و بلا ہے جلوہ گہہِ حسنِ زندگی
کرب و بلا ہے مرکزِ ایمان و آگہی　　کرب و بلا ہے جادۂ معراج آدمی
منزل یہ عشقِ خالقِ کون و مکاں کی ہے
قرآن کا بیاں ہے، بلندی سناں کی ہے

زیبِ جبینِ صبر وہ اسلام کی کلاہ　　تشنہ لبی، ہجوم الم کثرت سپاہ
جائے پناہ کوئی نہ یاور نہ خیر خواہ　　شبیر سے ملی ہے حیاتِ ابد کی راہ
انسان کے شرف کی شہادت ہے زندگی
دکھلا دیا کہ تا بہ قیامت ہے زندگی

منوا دیا کہ دینِ شہؑ بحر و بر ہے کیا
سمجھا دیا کہ خیر ہے کیا، چیز شر ہے کیا
دکھلا دیا بلندیٔ فکر و نظر ہے کیا
بتلا دیا مآلِ حیاتِ بشر ہے کیا
ضبطِ الم سے ظلم کو شرمندہ کر دیا
یوں مر گیا کہ موت نے خود زندہ کر دیا

فطرت میں غم ہے غم سے نہ پہلو بچائیے
بے عذر مجلسِ غمِ سرورؑ میں آئیے
تشنہ لبوں کی یاد میں آنسو بہائیے
آلِ نبیؐ سے حسنِ عقیدت دکھائیے
بے شک شہید زندہ ہیں ماتم نہ کیجئے
زینبؑ مگر ہوں قید تو کیوں غم نہ کیجئے

ماتم رواجِ کہنہ و رسمِ عتیق ہے
ماتم فراقِ دوست میں کرب رفیق ہے
ماتم فروغِ یادِ امامِ شفیق ہے
ماتم طریقِ بیعتِ اہلِ طریق ہے
جاوید ہیں شہید شہیدوں کا ساتھ دو
سبطِ نبیؐ کے ہاتھ میں بیعت کا ہاتھ دو

نورِ نگاہِ بنتِ پیمبرؐ حسینؑ ہے
چشم و چراغِ فاتحِ خیبر حسینؑ ہے
آرامِ جانِ شافعِ محشر حسینؑ ہے
سلطانِ دو جہاں کا مقدر حسینؑ ہے
سر دے کے رن میں ظلم کی دنیا اجاڑ دی
جس نے امیرِ شام کی صورت بگاڑ دی

علم و یقین و عشق کا پیکر حسینؑ ہے
حق کا مدار دینِ کا محور حسینؑ ہے

آئینۂ جمالِ پیمبر حسینؑ ہے
قرآں اگر ارض ہے تو جوہر حسینؑ ہے

نوعِ بشر کا طالعِ بیدار ہے حسینؑ
پیشانیٔ رسولؐ کی دستار ہے حسینؑ

صبر و رضا کا قول خدا کو دیئے ہوئے
دشتِ ستم میں شکر کا پرچم لئے ہوئے

ماتھے پہ کج نبیؐ کا عمامہ کئے ہوئے
پانی کے بدلے عشق کا جوہر پیئے ہوئے

پیاسے کا یہ پیام بہت ارتفاع ہے
جب تک ہے دم کلائی میں حقِ دفاع ہے

رن میں بنا کے قبر پہ شاہِ مشرقین
تربت سے اٹھتے درد کی صورت اٹھے حسینؑ

رخصت حرم سے ہونے کو زہرا کے دل کا چین
آیا اداس خیمے میں حیدرؑ کا نورِ عین

فریاد کی حرم نے تو رن کانپنے لگا
زیرِ کفن رسولؐ کا تن کانپنے لگا

بیکس کے منہ کو دیکھ کے رونے لگے حرم
تھی دل میں تابِ صبر نہ سینے میں تابِ غم

زینب سے سر جھکا کے یہ بولے شہِ اُمم
سیدانیوں سے ملنے کو آئے ہیں رن سے ہم

رخصت کرو کہ وقت نہیں اختیار میں
کوثر پہ تشنہ لب ہیں مرے انتظار میں

فردوس میں ہے میرا بہتّر کو انتظار قاسم کو انتظار ہے اکبرؑ کو انتظار
عباسؑ جانِ حیدرؑ صفدر کو انتظار ہے فاطمہؑ کی گود میں اصغرؑ کو انتظار
سوکھے گلے سے خنجرِ قاتل قریب ہے
میرے سفر کی آخری منزل قریب ہے

حلقے میں لے کے شاہ کو رونے لگے حرم سوکھی ہوئی زبانوں پہ وہ نالۂ الم
آنکھوں میں اشکِ یاس کلیجوں میں خارِ غم فضہؑ پکاریں تھام کے شبیرؑ کے قدم
مولاؑ حرم کو دشت میں تنہا نہ چھوڑیئے
صحرا میں بی بیوں کو اکیلا نہ چھوڑیئے

سوکھے لبوں سے بولی سکینہؑ نہ جایئے پانی کا اب نہ ہوگا تقاضا نہ جایئے
ہر سو ہے رن میں لشکرِ اعدا نہ جایئے بیٹی کو اپنی چھوڑ کے بابا نہ جایئے
شفقت کے حق کو شاہ نے غم میں ادا کیا
گودی میں لے کے بولے سپردِ خدا کیا

زینبؑ سے مانگنے لگے پھر کہنہ پیرہن اٹھی جگر کو تھام کے ہمشیرِ خستہ تن
بوسیدہ جو لباس تھا لے آئی وہ بہن کرتے کو شہ نے چاک کیا صورتِ کفن
بولے کفن ملے نہ ملے مجھ کو غم نہیں
تن پر یہی لباس جو رہ جائے کم نہیں

عابد کے پاس آ گئے پھر شاہِ بحر و بر — بولے کہ میرے لال مری جاں مرے پسر
اللہ رے بخار کی شدت کا یہ اثر — بے حال و بے خبر ہے مرا پارہ جگر
فرمایا رو کے اے خدا حیدر کا واسطہ
عابدؑ کو تو شفا دے پیمبرؐ کا واسطہ

قرآن کھولا دی رخِ بیمار کو ہوا — دم کیں دعائیں، سینے پہ نامِ علی لکھا
شفقت نے جوش کھایا تو بیتاب دل ہوا — ماتھے پہ ہاتھ چہرے پہ رخسار رکھ دیا
تپ کم ہوئی تو درد کی تکلیف کھو گئی
خوشبو گلِ رسولؐ کی اکسیر ہو گئی

حالت ذرا سی سنبھلی تو شبیر نے کہا — وقتِ فراق آ گیا اے میرے دلربا
اکبرؑ ہیں اب نہ قاسمؑ و عباسِ باوفا — بس میں ہوں اور دشت میں افواجِ اشقیا
شہ نے گلے لگایا تو بیمار رو دیا
احساسِ غم نے سینے میں نشتر چبھو دیا

فرمایا ناتواں سہی اے شاہِ تشنہ کام — لیکن ہے دل میں قوتِ اسلام اے امام
مجھ کو بھی اذنِ جنگ ملے سرورِ انام — آئے خدا کی راہ میں میرا لہو بھی کام
حسرت ہے دل کی آپ پہ میں بھی نثار ہوں
میں بھی تو وارثِ شہِ ذوالفقار ہوں

یہ سن کے شاہ بولے کہ اے میرے دلربا　　انساں کا اختیار قضا و قدر پہ کیا
ہلتا نہیں ہے پتہ بھی بے مرضی خدا　　اے لال تیرے واسطے کوفہ ہے کربلا
ہے امتحانِ کرب و بلا باپ کے لئے
مخصوص امتحان ہیں کچھ آپ کے لئے

میرا گلا ہے ظلم کی تلوار کے لئے　　گردن ہے تیری طوقِ گرانبار کے لئے
لازم ہے صبر حق کے طلب گار کے لئے　　ہر روز ہوگی کربلا بیمار کے لئے
اے جاں گلے سے لگ کے جدا کیجیے باپ کو
چالیس سال امتحاں دینا ہے آپ کو

شفقت سے شہؑ نے بیٹے کو دل سے لگا لیا　　سینے سے ایک دو گھڑی سینے کو مس کیا
فرمایا میرے لال کرو شکرِ حق ادا　　تم کو ملا ہے رب سے امامت کا مرتبہ
پھولیں پھلیں گے تم سے گلستاں بتولؑ کے
تم جانشیں علیؑ کے ہو نائب رسول کے

بستر سے اٹھا باپ کی تعظیم کو پسر　　سنبھلا نہ دل تو بیٹھ گیا تھام کے کمر
شبیرؑ اٹھے پیار سے ماتھے کو چوم کر　　تھاما پدر کا ہاتھ اٹھا نیم قد مگر
تسلیم کر کے صاحبِ آزار گر پڑا
کانپے قدم تو ضعف سے بیمار گر پڑا

چلنے لگے حسینؑ تو زینبؑ نے یہ کہا　　صحرا میں باغ لٹ گیا میرا ہرا بھرا
قاسمؑ رہے نہ عونؑ نہ عباسِؑ باوفا　　بس آپ ہی ہیں دشت میں رانڈوں کا آسرا
فرمایا شہؑ نے عمرِ بشر مستعار ہے
بندے کا آسرا ہے تو پروردگار ہے

خیمے کے در پہ آ گئے شبیرؑ خستہ تن　　وہ شوکتِ رسولؐ وہ حیدرؑ کا بانکپن
خواہر تڑپ کے بولی کہ اے سرورِؑ زمن　　اس شان اس جمال پہ قربان ہو بہن
جاتا ہے سبطِ احمدؐ مختار الوداع
ہے آخری حسینؑ کا دیدار الوداع

فضہؑ پکاری اے شہِ ابرار الوداع　　اے یادگارِ حیدرِ کرار الوداع
اے وارثِ دارِ احمدِ مختار الوداع　　لٹتی ہے میری بی بی کی سرکار الوداع
ہوں بدنصیب چھٹتی ہوں جانِ بتولؑ سے
میرا سلام کہیئے گا بنتِ رسول سے

کہتی تھی سر کو پیٹ کے بانوؑ جگر فگار　　لوگو! لٹی ہے یوں بھی کسی باغ کی بہار
باقی ہیں نوجواں نہ سلامت ہیں شیرخوار　　موجود ہیں حبیبؑ نہ عباسِؑ نامدار
تھامے لجام کون بڑھے پیشوائی کو
زینبؑ سوار کرتی ہیں مرکب پہ بھائی کو

خیمے کے در پہ ڈال کے حسرت بھری نگاہ
مرکب کو شہ نے موڑ دیا جانبِ سپاہ
رف رف کا ذوالجناح پہ ہوتا تھا اشتباہ
رشکِ پری تھا چال میں صورت میں رشکِ ماہ
تڑپا تو رشکِ برقِ شرر بار ہو گیا
چمکا تو سارا دشت چمکدار ہو گیا

دُلدُل تھا رحلِ مصحفِ باری بنا ہوا
لختِ دلِ نبیؐ کی سواری بنا ہوا
چلتا تھا موجِ بادِ بہاری بنا ہوا
تھا صورتِ عقاب شکاری بنا ہوا
مرکب کی شان دیکھئے انداز دیکھئے
بے بال و پر کے دشت میں پرواز دیکھئے

صحرا مہکِ اٹھا تھا پسینہ تھا مشکبار
ابٹن ملے ہوں جیسے عروسانِ نو بہار
باگیں تھیں حسنِ گردنِ مرکب سے زرنگار
نوشاہ کے گلے میں ہوں جیسے گلوں کے ہار
پشتِ فرس پہ مہرِ رسالتمآب تھا
رخ اُس کا جس طرف تھا اُدھر آفتاب تھا

وہ زین کا جمال وہ پاکھر وہ حسنِ ساز
باگیں لئے تھا رکیبِ دوشِ شہ حجاز
اُبھرے ہوئے تھے ریت پہ یوں نقشِ پائے ناز
جیسے نشانِ سجدۂ پیشانیٔ نیاز
قربانی و یقین کا جادہ بنی ہوئی
تھی ساری ارضِ پاک مصلیٰ بنی ہوئی

اتنا سبک خرام تھا اسبِ قمر رکاب
رکھ دے قدم تو چور نہ ہو شیشۂ حباب

ایسا رفیق جس کی رفاقت تھی لاجواب
ایسی وفا کہ معتمدِ ابنِ بو تراب

ادراک کی نظر تھی نظر راہوار کی
تصویر تھا وہ آئینۂ اعتبار کی

طاوس تھا جمال میں رفتار میں غزال
آفت تھا جس کا حسن قیامت تھی جسکی چال

دورانِ حرب منچلا بے باک خوش خصال
تھا منفرد وفا میں اطاعت میں بے مثال

خدمت یہ آخری تھی شۂ مشرقین کی
لایا قریب فوج سواری حسین کی

پاکر اشارہ باگ کا رہوار تھم گیا
بیٹھا غبار توسنِ جرار تھم گیا

دشتِ ستم میں پیکرِ ایثار تھم گیا
پیشِ سپاہ سیدِ ابرار تھم گیا

کب لشکرِ جفا کو تھا سرور کا سامنا
سب جانتے تھے آج ہے حیدر کا سامنا

سہمی ہوئی سپاہ تھی اٹھتی نہ تھی نظر
پڑتی تھی چھوٹ رخ کی دمکتا تھا دشت در

یہ معجزہ تھا خوف سے لرزاں تھے اہلِ شر
نکلا تھا تمتماتی ہوئی دھوپ میں قمر

اہلِ فلک کو رشک تھا زہرا کے چاند پر
سایا کیا تھا دھوپ نے صحرا کے چاند پر

کچھ دیر جائزہ لیا لشکر کا شاہ نے دیکھے جھپکتی نظروں سے تیور سپاہ نے
لشکر کا وزن تول لیا جب نگاہ نے فرمایا اہلِ کیں سے شہِؑ حق پناہ نے
اب بھی ہے وقت چھوڑ دو راہِ عذاب کو
رسوا کرو نہ دینِ رسالت مآبؐ کو

دیکھو مری طرف، یہ عمامہ نبیؐ کا ہے یہ ڈھال ہے نبی کی یہ نیزا نبی کا ہے
یہ ذوالجناح بھی مرے نانا نبی کا ہے چادر نہیں ہے دوش پہ سایہ نبی کا ہے
میری رگوں میں خون ہے قلبِ بتولؑ کا
ورثہ مجھے ملا ہے خدا کے رسولؐ کا

آئی ہیں میرے ساتھ پیمبرؐ کی بیٹیاں ہمراہ ہیں رسولؐ کی دختر کی بیٹیاں
خیمے میں بیقرار ہیں حیدرؑ کی بیٹیاں ہیں تشنہ کام ساقیٔ کوثر کی بیٹیاں
یوں دے رہے ہو اجرِ رسالت رسولؐ کو
تڑپا رہے ہو پیاس میں جانِ بتولؑ کو

بتلاؤ کون ہے جو نواسا نبیؐ کا ہے صورت ضرور ہے مری نقشا نبیؐ کا ہے
سینہ نہیں ہے میرا یہ سینہ نبیؐ کا ہے جو سامنے تمہارے ہے بیٹا نبیؐ کا ہے
مجھ پر چلیں گے تیر چھدے گا نبیؐ کا دل
زہراؑ کا تن حسنؑ کا کلیجہ علیؑ کا دل

غیرت نہیں ہے جب ایماں نہیں ہو تم — سنگِ گرانِ راہ ہو انساں نہیں ہو تم
ہر چند کلمہ گو ہو مسلماں نہیں ہو تم — امیدوارِ رحمتِ یزداں نہیں ہو تم
ارضِ خدا بہشت ہے آدم کے واسطے
پیدا کیا ہے تم کو جہنم کے واسطے

کہنے لگا یہ شمرِ ستمگر کہ اے حسینؑ — مانا کہ تم ہو مرسلِ آخر کے نورِ عین
مانا کہ تم ہو بنتِ پیمبرؐ کے دل کا چین — لیکن یہ کربلا ہے نہیں بدر یا حنین
ہے جنگ ابنِ فاتحِ بدر و حنین سے
لینا ہے انتقام علیؑ کا حسینؑ سے

فرمایا شاہِ دیں نے کہ اے شمرِ بدزباں — میرے لہو سے پھولے گا حیدرؑ کا گلستاں
یہ انتقام میرا شرف ہے ترا زیاں — مٹ جائے گا یزید کی سرکار کا نشاں
دنیا سلام بھیجے گی حیدر کے نام پر
لعنت کرے گا سارا جہاں میرِ شام پر

یہ سن کے اینٹھنے لگا غصہ میں بے حیا — بولا مجھے ہے آج کا درپیش مرحلہ
کیا ہوگا کل غرض نہ مجھے ہے نہ واسطہ — انجام کی خبر نہیں اللہ کے سوا
بھرنا ہے ڈال دولتِ انعام سے مجھے
کیا واسطہ یزید کے انجام سے مجھے

پھر رن میں اس نے تیر چلایا حسینؑ پر　　کڑکی کماں فضا کا لرزنے لگا جگر

کانپی کرن کہ مہر کی تھرا گئی نظر　　ہلچل پڑی کہ ہل گئے یکسر دو بحر و بر

پیکاں چلا تو بن کی ہوائیں سٹک گئیں

اک ساتھ دس ہزار کمانیں کڑک گئیں

یکتا تھا حرب میں پسرِ شاہِ ذوالفقار　　پیاسے نے رن میں کھینچ لی شمشیر آبدار

خیرہ ہوئی چمک سے نگاہ ستم شعار　　کاوا دیا فرس کو اٹھا دشت میں غبار

دو گام بڑھ کے سبطِ رسالتمآبؑ نے

کاٹا ہوا میں تیر بنِ بوترابؑ نے

حملہ کیا تو نفسِ پیمبرؑ کی شان سے　　چھپٹے سپاہ پر شہِؑ صفدر کی شان سے

توڑا صفوں کو فاتحِ خیبر کی شان سے　　سبطِ نبیؐ کی جنگ تھی حیدرؑ کی شان سے

شمشیر تھی علیؑ کی کلائی حسینؑ کی

کرب و بلا میں جنگ تھی بدر و حنین کی

جعفرؑ کے ورثہ دار تھے زینب کے نونہال　　حمزہؑ کی یادگار تھا عباسؑ کا جلال

تصویر تھا رسولؐ کی لیلیٰؑ کا خوش جمال　　طائف کی داستان ہے کرب و بلا کا حال

جو دعوتِ قریش میں تھی مرتضیٰؑ کی عمر

ہے کربلا میں قاسمِ گلگوں قبا کی عمر

حق کی طرف قریش کی دعوت ہے کربلا
واللہ مصطفیٰ کی شہادت ہے کربلا

منظر نگاریِ شبِ ہجرت ہے کربلا
آوازِ بازگشتِ رسالت ہے کربلا

دینِ شہِ حجاز کا آغاز ہے حسینؑ
سازِ دلِ رسولؐ کی آواز ہے حسینؑ

گیسو کہ جیسے گیسوئے پیچانِ مصطفیٰؐ
ابرو کہ جیسے ابروئے سلطانِ دوسرا

قامت کہ جیسے قامتِ سرتاجِ انبیاؐ
چہرہ کہ جیسے چہرۂ محبوبِ کبریا

دل کی رگوں میں تاب و تواں ہے رسولؐ کی
سوکھے ہوئے دہن میں زباں ہے رسولؐ کی

اقبال بادشاہ کا توقیر شاہ کی
تابش جبیں میں مہر کی عارض میں ماہ کی

چہرے کے خال و خط میں ضیا لا الٰہ کی
صورت ہے آئینہ میں رسالت پناہ کی

پیاسے کی کربلا میں شہادت ہے معجزہ
قرآن جیسے تابہ قیامت ہے معجزہ

گرمی میں تشنگی میں شجاعت کو دیکھیے
غربت میں استقامت و ہمت کو دیکھیے

فوجِ ستم میں دیں کی اشاعت کو دیکھیے
تیروں کی سنسنی میں عبادت کو دیکھیے

شبیرؑ آئینہ ہے صفاتِ رسولؐ کا
اک زندہ معجزہ ہے حیاتِ رسولؐ کا

رحمت کا وہ سحاب ہے نعمت کی نہر ہے
گلزار ہے وفا کا محبت کا شہر ہے
وہ زینتِ حیات ہے وہ حسنِ دہر ہے
لیکن پئے یزید یہی حسن قہر ہے

سر دے کے اس نے ظلم کا تختہ الٹ دیا
چتون پہ بل پڑا تو زمانہ پلٹ دیا

وہ تشنہ کام لذتِ تشنہ لبی کی لاج
وہ دلفگار صبر و غمِ عاشقی کی لاج
وہ سورما خودی کا بھرم آگہی کی لاج
وہ سینہ چاک فخرِ پیمبرؐ علیؑ کی لاج

شمشیر بن کے فطرتِ خود دار کھنچ گئی
غیرت پہ آنچ آئی تو تلوار کھنچ گئی

وہ جنگ تشنہ لب کی وہ تلوار الاماں
گونجی ہوئی وہ دشت میں جھنکار الاماں
بارش سروں کی خون کی بوچھار الاماں
چلا رہے تھے رن میں جفاکار الاماں

بولے، پناہ مانگ رہے ہو بہ کار کے
ناوک سے چھ مہینے کے بچے کو مار کے

تشنہ جگر کی تیغ سے گھبرا رہے ہو تم
بیکس کے ایک حملے سے تھرا رہے ہو تم
ٹھہرو فرار ہو کے کدھر جا رہے ہو تم
بھاگو کہ زد پہ بھاگ کے بھی آ رہے ہو تم

یہ خوں بہا نہیں ہے اکہتر کے خون کا
چھینٹا تمہارے منہ پہ ہے اصغرؑ کے خون کا

تم نے مرے جگر میں چبھوئے ہیں نشتر — آیا ترس نہ تم کو مرے شیر خوار پر
مارا ہے تم نے تیرِ ستم سے مرا پسر — آغوشِ قبر میں ہے مرا پارۂ جگر
نورِ نظر کو میرے ڈبویا ہے خون میں
تم نے کفن نبیؐ کا بھگویا ہے خون میں

بنتا نہیں ہے کوئی کسی کو بگاڑ کے — کیا تم نے پا لیا مرے گھر کو اجاڑ کے
جلتی ہوئی زمین میں اصغرؑ کو گاڑ کے — میں بھی اٹھا ہوں خاک سے دامن کو جھاڑ کے
جو حوصلے ہیں دل میں تمہارے نکال لو
تلوار کے دھنی ہو تو قبضے سنبھال لو

اصغرؑ کا داغ دل میں ہے پہلو میں درد ہے — شانہ چھدا ہے تیر سے بازو میں درد ہے
سر میں کمر میں ہاتھ میں زانو میں درد ہے — آنسو کھٹک رہے ہیں کہ آنسو میں درد ہے
کچھ سوجھتا نہیں کہ اندھیرا نظر میں ہے
میں کیا لڑوں کہ دردِ مسلسل جگر میں ہے

لینا ہے تم کو بدر کا بدلہ حسینؑ سے — بیٹھو گے ایک پل نہ کبھی تم بھی چین سے
برسے گی میرے خوں کی گھٹا مشرقین سے — گونجے گا چرخ تعزیہ داروں کے بین سے
فطرت میں آدمی کی مرا غم سمائے گا
عباسؑ کے علم کو زمانہ اٹھائے گا

آیا زبانِ خشک پہ عباسؑ کا جو نام | اشکوں سے منہ کو دھونے لگا رزمیں تشنہ کام
بھائی کی یاد دل میں تڑپ ہاتھ میں حسام | دریا کی سمت ڈال دیا رخشِ تیز گام

فرمایا قحطِ آب کا مجھ کو بھی غم نہیں
جتنا ہے ذوالفقار میں پانی وہ کم نہیں

پھر تھام کر کمر کو پکارے شہِ انام | اے افتخارِ حیدرِ کرار السّلام
سمجھا تھا خود کو آپ نے جس بھائی کا غلام | وہ بھائی اب ہے بیکس و بے یار و تشنہ کام

دشتِ ستم میں کوئی بھی یار و نہیں رہا
حد ہو گئی ہے کہ جھولے میں اصغرؑ نہیں رہا

میرا مکاں اجڑ گیا اے زینتِ مکاں | کرتی ہیں بین آپ پہ زہراؑ کی بیٹیاں
منہ ڈھانپ ڈھانپ روتی ہیں کلثومؑ خستہ جاں | ماتم کناں سکینہؑ ہے بانوؑ ہیں نوحہ خواں

خیمے میں لوٹتی ہے بہن غم میں آپ کے
زینبؑ نے صف بچھائی ہے ماتم میں آپ کے

کہیے تو کس زباں سے کہیے بہن کا غم | مشکیزہ چومتی ہے کبھی آپ کا علم
کہتی ہے رو کے دخترِ پیغمبرِ اُمم | عباسؑ لٹ نہ جائے کہیں چادرِ حرم

ڈھارس بنوں کہ ان پہ اضطراب دو
بھائی بہن پکار رہی ہے جواب دو

آنکھوں میں موجِ اشکِ تمنّا لیے ہوئے
خواہر ہے دل میں درد کی دنیا لیے ہوئے
ہر بچہ بے قرار ہے کوزا لیے ہوئے
مشکیزہ و علم ہے سکینہؑ لیے ہوئے
خیمے کے در سے تکتے ہیں دریا کو یاس سے
بچے مرے تڑپتے ہیں جنگل میں پیاس سے

انگڑائی لی کچھار میں پیاسے نے جھوم کے
دیکھا علیؑ کے شیر نے دریا کو گھوم کے
پھر اس طرف جھپٹ پڑے قبضہ کو چوم کے
تھے جس طرف ہجوم سپاہِ ظلوم کے
برقِ غضب حسینؑ کی شمشیر بن گئی
اللہ کے جلال کی تصویر بن گئی

ہیجان تھا کہ بند تھیں راہیں فرار کی
اہلِ ستم کو تاب نہ تھی ذوالفقار کی
صورت خزاں کی بن گئی قسمت بہار کی
پیاسے نے باگ موڑی جدھر راہوار کی
تلوار کے جگر میں شرر ہے شعور کا
شاید کہ دستِ شاہؑ میں شعلہ ہے طور کا

اب مانتے ہیں زورِ شہِؑ حق پناہ کو
دیکھا تھا کس نے جوہرِ تیغِ الٰہ کو
گویا اجل نے باندھ لیا ہے سپاہ کو
مہلت نہیں قضا سے کسی روسیاہ کو
نقارہ ہائے جنگ پہ جھنکار چھا گئی
لاکھوں پہ ایک پیاسے کی تلوار چھا گئی

بجلی کہیں ہے شعلہ کہیں ہے کہیں کرن
چلتی ہے یوں کہ چلتی ہے جیسے کوئی دلہن
حسنِ ادا کی اٹھتی جوانی کا بانکپن
جس پر نثار کرتے ہیں دشمن بھی جان و تن

اتنی رواں کہ تارِ نظر ہمسفر نہ ہو
اتنی سبک کہ سر پہ گرے اور خبر نہ ہو

یہ تیغ پاسبانِ رسولِ امم بھی ہے
یہ تیغ روشنی چراغِ حرم بھی ہے
یہ تیغ بوترابؑ کا جاہ و حشم بھی ہے
یہ تیغ صرف تیغ نہیں ہے قلم بھی ہے

حکمِ قضائے لشکرِ بے پیر لکھ گئی
یہ تیغ پوری فوج کی تقدیر لکھ گئی

یہ تیغ آب و تاب میں خورشید کی کرن
یہ تیغ شمعِ حکمت و انوارِ علم و فن
یہ تیغ آبروئے رخِ مرسلِ زمن
یہ تیغ نقشِ ابروئے خمدارِ بت شکن

قرآن کا وقار امامت کی شان ہے
یہ تیغ کربلا کے سپاہی کی جان ہے

سہمی ہے فوج تیغِ ہلالی کو دیکھ کر
دل کانپتے ہیں چشمِ جلالی کو دیکھ کر
سکتہ ہے رزمِ سرورِ عالی کو دیکھ کر
دکھتی ہے آنکھ خون کی لالی کو دیکھ کر

مجروح ہے سپاہ حسامِ الٰہ سے
آنسو لہو کے بہتے ہیں زخمِ نگاہ سے

مونڈھے کو چھو کے بندِ کمر سے گزر گئی
پہلو سے ہو کے قلب و جگر سے گزر گئی
مانندِ برق دیدۂ تر سے گزر گئی
سر کے قریب آئی تو سر سے گزر گئی
پیکر کسی کا تیغ دو پیکر سے دو ہوا
جو زد پہ آگیا وہ برابر سے دو ہوا

کشتوں کے ہاتھ پاؤں کہیں ہیں کہیں ہیں سر
بکھری ہوئی ہیں دشت میں لاشیں ادھر ادھر
بکتر کہیں ہے خود کہیں ہے کہیں سپر
نیزا کہیں ہے تیغ کہیں ہے کہیں تبر
تلوار تولتے ہوئے سرور جدھر گئے
چڑھتی ہوئی کمانوں کے چلّے اُتر گئے

ہے فاتحِ فرات کا بھائی جلال میں
جھڑیاں لگی ہیں خون کی دشتِ جدال میں
کتنا سواد ملتا ہے پانی کے کال میں
تسنیم کھنچ کے آگئی پیاسے کی ڈھال میں
جو دشمنانِ سورہ کوثر تھے مر گئے
خُم خانہ رسولؐ کے پیمانے بھر گئے

پیمانے جن میں جوشِ شرابِ شعور ہے
پیمانے جن میں آتشِ رخسارِ حور ہے
پیمانے جن میں بادۂ قرآں کا نور ہے
پیمانے جن میں پگھلی ہوئی برقِ طور ہے
پیمانے جن میں تابشِ چشمِ کلیم ہے
جن میں شعاعِ رحمتِ خُلقِ عظیم ہے

کھنچتی ہے یہ شراب نگاہِ قبول میں
ڈھلتی ہے یہ شراب سبوئے اصول میں
چھنتی ہے یہ شراب ردائے بتولؑ میں
بٹتی ہے یہ شراب حریمِ رسولؐ میں

یہ مئے شمیمِ رحمتِ پروردگار ہے
قرآن ہے کبھی تو کبھی ذوالفقار ہے

حسنِ بہارِ گلشنِ ہستی ہے یہ شراب
لالہ رخِ حیات کی مستی ہے یہ شراب
صحنِ حرم میں روز برستی ہے یہ شراب
خاکِ شفا کے عطر سے بستی ہے یہ شراب

ساقیٔ کربلا کی عنایت کی بات ہے
آنکھوں سے جب چھلک پڑے آبِ حیات ہے

موجِ شمیم و شبنم و شعلہ ہے یہ شراب
آئینہ جمالِ زمانہ ہے یہ شراب
شمعِ حرم چراغِ مدینہ ہے یہ شراب
تابِ حسینؑ و صبرِ سکینہ ہے یہ شراب

آنکھوں کے آنسوؤں سے سکورے بھرے ہوئے
ہیں تشنہ لب مگر ہیں کٹورے بھرے ہوئے

یہ مئے صہیرِ ظلم الٹتی ہے دوستو
اس مئے سے بدلی خوف کی یہ چھٹتی ہے دوستو
زنجیرِ غم کی ہر کڑی کٹتی ہے دوستو
یہ مئے امام باڑوں میں بٹتی ہے دوستو

اس مئے کے رند موت کا پنجہ مروڑ کے
پیتے ہیں جامِ زندگی آنسو نچوڑ کے

اِس مَے سے زندگی بھی نکھرتی ہے صاحبو
اِس مَے سے عاقبت بھی سنورتی ہے صاحبو

اِس مَے سے موجِ صبر ابھرتی ہے صاحبو
اک گونہ بیخودی میں گزرتی ہے صاحبو

گرد و غبارِ غم ہے نہ اب دودِ آہ ہے
آنسو نہیں صفائیِ قلب و نگاہ ہے

سرجوشیِ عقیدۂ وحدت ہے یہ شراب
سرشاریِ یقینِ قیامت ہے یہ شراب

سرمستیِ محبتِ عترت ہے یہ شراب
انمول ہے کہ اجرِ رسالت ہے یہ شراب

اِس مَے میں لَو چراغِ رخِ مصطفےٰؐ کی ہے
یہ مَے خُمِ غدیر و خُمِ کربلا کی ہے

اس مَے کی موج ہے تسنیم و سلسبیل
ساقی ہے اس شراب کا پیغمبرِ جلیلؐ

یہ مَے ہے اپنے کیف میں کیفِ دلِ خلیلؑ
ماتم اسی شراب کے بٹنے کی ہے سبیل

پیتے ہیں یہ شراب ولا موجِ اشک سے
عباسؑ کے علم سے سکینہؑ کی مشک سے

آنسو برائے تشنہ جگر جامِ آبؑ ہے
نالہ بکائے بنتِ رسالتمآبؐ ہے

نوحہ فغانِ زینبؑ و امِ ربابؑ ہے
ماتم صدائے قلبِ بنِ بوترابؑ ہے

ہے درسگاہِ دینِ خدا خانۂ حسینؑ
پرچھائیں ہے حرم کی عزاخانۂ حسینؑ

گردن کٹا دی فاتحِ خیبرؑ کے لال نے — وعدہ وفا کیا شہِؑ صفدر کے لال نے
امت کی لاج رکھ لی پیمبرؐ کے لال نے — اسلام کو بچا لیا حیدرؑ کے لال نے

وہ تشنہ کام دین پہ احسان کر گیا
اسلام کی حیات کا سامان کر گیا

یہ سوگ جانِ ساقیِ کوثر کا سوگ ہے — یہ سوگ لختِ قلبِ پیمبرؐ کا سوگ ہے
یہ سوگ سیدہ کے بھرے گھر کا سوگ ہے — یہ سوگ کربلا کے بہتّر کا سوگ ہے

اس سوگ سے فروغِ شعور و نظر ملا
ہر راہِ غم میں صبر کا پیغامبر ملا

پیغامبر کہ جس نے اٹھائی پسر کی لاش — دیکھی سرِ فرات علی کے قمر کی لاش
جس نے اتاری قبر میں نورِ نظر کی لاش — کی دفن بن میں اصغرِؑ تشنہ جگر کی لاش

اُس کا یہ عزم دیکھ کہ مصروفِ جنگ ہے
بھاگے کدھر سپاہ کہ میدان تنگ ہے

دل میں ثبات و عزمِ پیمبرؐ لیے ہوئے — رخ پر جلالتِ شہِؑ صفدر لیے ہوئے
بازو میں زورِ بازوئے حیدرؑ لیے ہوئے — پنجہ میں تیغِ فاتحِ خیبر لیے ہوئے

ڈھالیں اٹھا کے تیغِ الٰہی کو روک لے
ہے کون جو خدا کے سپاہی کو روک لے

سورج کی ڈھلتی دھوپ پہ شہؑ کی نگاہ ہے
لیکن یہ رزم، رزم شکستِ سپاہ ہے
آنکھوں میں کوئی اشک نہ ہونٹوں پہ آہ ہے
ذکرِ نبیؐ کبھی کبھی شکرِ الٰہ ہے
رن میں نمازِ عصر کا ہنگام آ گیا
اتمامِ حرب و ضرب کا پیغام آ گیا

تڑپا دیا عبادتِ خالق کی چاہ نے
تلوار رد کی بادشہِ حق پناہ نے
باندھا تبرکات کو چادر میں شاہؑ نے
فرمایا ذوالجناح سے زہراؑ کے ماہ نے
ہے رن میں اب یہ آخری خدمت حسینؑ کی
زینب کو جا کے دیدے امانت حسینؑ کی

پھر بولے یہ سپاہ سے جور و ستم کرو
ہر آرزو نکال لو کوئی نہ کم کرو
میرے لہو سے دامنِ خنجر کو نم کرو
تلوار کھینچو پیاسے کے سر کو قلم کرو
مہلت نہیں ہے اور کہ تم سے وغا کروں
اب وقت آ گیا ہے کہ وعدہ وفا کروں

باقی رہا نہ ڈر تو سمٹنے لگے شریر
رن میں پلٹ کے آنے لگا لشکر کثیر
بیکس تھا اہلِ ظلم میں اسلام کا امیر
پتھر کسی نے مارا کسی نے سنان و تیر
بہنے لگا لہو رگِ جانِ بتولؑ کا
پیکان حرملہ سے چھدا دل رسولؐ کا

گھوڑے پہ ڈگمگانے لگے شاہِؑ مشرقین
گرنے لگا فرس سے پیمبرؐ کا نورِ عین
صحرا میں گونجنے لگے بنتِ نبیؐ کے بین
آنے لگی بہشت سے آوازِ "یا حسینؑ"
آزردہ مرتضیٰ ہیں پیمبرؐ ملول ہیں
حوریں شریکِ ماتمِ بنتِ رسولؐ ہیں

تیروں سے چھلنی چھلنی ہوا پیکرِ حسینؑ
تیغِ ستم شعار سے زخمی ہوئی جبین
زینِ فرس سے خاک پہ آیا امامِ دیں
بالوں سے جھاڑنے لگی بنتِ نبیؐ زمیں
زخموں میں جلتی ریت کے ذرّے اُتر نہ جائیں
جو پھول چن لیے ہیں وہ مٹی میں بکھر نہ جائیں

ہے شاہؑ کو حصار میں لشکر لیے ہوئے
تیر و تبر ہیں رن میں ستمگر لیے ہوئے
ہر سنگ دل ہے ہاتھ میں پتھر لیے ہوئے
خولی چلا ہے ظلم کا خنجر لیے ہوئے
سوئے نشیب اہلِ حرم ننگے سر نہ آئیں
سرور کی آرزو ہے کہ زینبؑ اِدھر نہ آئیں

نظمیؔ نہیں ہے ذکرِ شہادت کی دل میں تاب
گیتی کو زلزلہ ہے زمانے کو اضطراب
ڈوبا ہوا ہے خوں میں امامت کا آفتاب
آتا ہے یوں بھی گھر میں پیمبرؐ کے انقلاب
نوکِ سناں پہ فرقِ شہِ مشرقین ہے
آغوش میں رسولؐ کے لاشِ حسینؑ ہے

مقتلِ شہؑ سے ہوا خون بداماں آئی   بیکسی خاک بسر چاک گریباں آئی
ہر مصیبت کی گھڑی، بال پریشاں آئی   پرسا دینے کے لیئے شامِ غریباں آئی

قتل شبیرؑ ہوئے خون کی برسات ہوئی
رن میں عاشور کا دن ختم ہوا رات ہوئی

جل گئی بارگہِ آلِ پیمبرؐ ہے ہے   لٹ گئے اہلِ حرم چھن گئی چادر، ہے ہے
کوئی ناصر نہ مددگار نہ یاور، ہے ہے   مر گئے دشت میں اک ساتھ بہتر ہے ہے

خون میں غرق ہوئے خاک میں روپوش ہوئے
جو چراغِ شہِ کونین تھے خاموش ہوئے

خونِ ناحق کے بیاباں میں برس کر بادل
بھر گئے غمِ سفیرانِ حرم کی چھاگل
چاند نے ڈالا ہے چہرے پہ گہن کا آنچل
ظلمتِ شب کے پسِ پردہ چھپا ہے جنگل

کروٹیں لیتی ہیں لہریں دلِ مضطر کی طرح
ساحلِ علقمہ خاموش ہے پتھر کی طرح

فوج کے کالے علم رات کا کالا آنچل
خونِ مظلوم میں ڈوبی ہوئی خاکِ مقتل
جلتے خیموں کا دھواں آگ کے شعلے جنگل
سنسنی زلزلے ہیجان تلاطم ہل چل

آنکھ میں اشک کی ہر موج لہو لاتی ہے
پیاس کے مارے جگر جلنے کی بو آتی ہے

غم سے مرجھائے ہوئے پیاس سے اترے چہرے
اشکِ پرسوز سے دھوئی ہوئی ستھرے چہرے
صبر کا آئینہ تسلیم کے نکھرے چہرے
چشمِ احساس میں چبھتے ہوئی فقرے چہرے

جب کوئی دشمنِ دیں سمتِ حرم آتا ہے
پردہ بکھرے ہوئے بالوں سے کیا جاتا ہے

بے ردا فرقِ حرم سر پہ دھوئیں کی چادر
خیمے جلنے کے سبب خاکِ تپاں کا بستر
کوئی زہراؑ کی بہو کوئی نبیؐ کی دختر
کوئی شبیرؑ کی بیٹی کوئی بنتِ حیدرؑ

غم کا یارا بھی نہیں ضبط کا پہلو بھی نہیں
انتا روتے ہیں کہ اب آنکھ میں آنسو بھی نہیں

ماتمی رات وہ سناٹا وہ ہُو کا عالم کہکشاں بال پریشاں ہیں ستارے برہم
بے کفن پیاسوں کی لاشوں پہ ہیں گریاں شبنم بن میں سر پیٹ کے کرتے ہیں بگولے ماتم
سنسناتی ہوئی جب بَن سے ہوا آتی ہے
نیند سوتے ہوئے بچوں کی اُچٹ جاتی ہے

وہ شبِ تار وہ سنسان بیاباں کا سماں وہ پیمبرؐ کے خزاں دیدہ گلستاں کا سماں
پیاسے بچوں کا سماں روتے یتیماں کا سماں سامنے آنکھوں کو وہ گنجِ شہیداں کا سماں
یاد جب آتی ہے عباسؑ کی پانی کے لیے
اشک بچوں کے مچلتے ہیں روانی کے لیے

ہر طرف بَن میں ستمگاروں کا انبوہِ کثیر ظلم میں ایسے نہیں جن کی زمانے میں نظیر
شاد ہیں کرکے پیمبرؐ کے گھرانے کو اسیر ہوگئیں دین کی شہزادیاں جنگل میں فقیر
لٹ گئے وہ جو خدائی کو تونگر کر دیں
آئیں جبریل تو کشکولِ گدائی بھر دیں

خانۂ احمدِ مختار کا ویراں ہونا اک ہی دن میں گلستاں کا بیاباں ہونا
خولی و شمر و بنِ سعد کا شاداں ہونا لشکرِ شام کے خیموں میں چراغاں ہونا
گردشِ جام ہے ہر ظلم کے بانی کے لیئے
بچے شبیرؑ کے محتاج ہیں پانی کے لیئے

خوف میں ڈوبا ہوا دشتِ ستم کا منظر　　درمیاں بچوں کی بیٹھی ہے علیؑ کی دختر
پیاس کے مارے یتیمانِ شہِؑ تشنہ جگر　　سوتے ہیں خاک پہ تھوڑی سی تسلّی پا کر

یہ دعا کرتی ہیں زینبؑ کہ نہ روئیں بچے
سو گئے ہیں تو ذرا دیر تو سوئیں بچے

دیکھ کر دور پہ کچھ مشعلیں لانے والے　　سوچا زینبؑ نے کہ یہ کون ہیں آنے والے
کیا نیا فتنہ ستمگر ہیں اٹھانے والے　　آ رہے ہیں ہمیں کیا زندہ جلانے والے

عزمِ عباسِؑ علیؑ دل میں جگا کر اٹھیں
خاک سے اٹھیں تو تلوار اٹھا کر اٹھیں

آگے بڑھ کر یہ پکاریں کہ خبردار رہو　　اب ادھر خواہرِ عباسؑ ہے ہشیار رہو
تیغ رکھتے ہو تو آمادۂ پیکار رہو　　جنگ درکار ہے گر، جنگ کو تیار رہو

یہ شریعت کا تقاضہ ہے مناسب ہے جہاد
ایسے ہنگام میں عورت پہ بھی واجب ہے جہاد

یہ نہ سمجھو کہ جہاں میں شہِؑ مظلوم نہیں　　ظلم باقی ہے اگر صبر بھی معدوم نہیں
سب مشیت پہ ہیں راضی کوئی مغموم نہیں　　میں بھی بیٹی ہوں علیؑ کی تمہیں معلوم نہیں

سارے جنگل میں لہو برسے گا آفت ہو گی
میں نے تلوار چلائی تو قیامت ہو گی

زوجۂ حُرؑ نے فغاں کر کے کہا اے بی بی　　جاں نثارِ شہِؑ مظلوم کی میں ہوں لونڈی
پُرسا دینے کے لیے آئی ہوں اے بنتِ نبیؐ　　واسطے بچوں کے میں لاتی ہوں ٹھنڈا پانی
میں سمجھتی ہوں کہ یہ وقتِ خور و نوش نہیں
پھر بھی یہ پیاس ہے بچوں کو کوئی ہوش نہیں

زوجۂ حُرؑ کا بیاں سُن کے نبیؐ کی دختر　　اپنی جا اور ہوئی رنج و الم سے مضطر
باپ کے ہاتھ کی تلوار زمیں پر رکھ کر　　پیٹ کے سر کو یہ کہنے لگی بنتِ حیدرؑ
یاد بابا آئے کی ہے تشنہ دہانی مجھ کو
نام پانی کا نہ لو زہر ہے پانی مجھ کو

سن کے زینب کی فغاں بولی یہ حُرؑ کی زوجہ　　آپ کا غم بھی درست آپ کا صدمہ بھی بجا
آپ پانی نہ پیئیں ہیں نے یہ مانا اچھا　　تین دن ہو چکے بے آب ہے بچہ بچہ
آپ ہیں صابر و مظلوم کی خواہر بی بی
پانی بچوں کو پلا دیجیے جگا کر بی بی

تھا مے آنکھوں سے اشکوں کی روانی بی بی　　ان صغیروں کو پلا دیجیے پانی بی بی
اب نہیں تابِ غمِ تشنہ دہانی بی بی　　پیاسے بچے ہیں شہیدوں کی نشانی بی بی
پیاس میں عالمِ فانی سے گزر جائیں گے
اب ہوئی دیر تو یہ بچے بھی مر جائیں گے

کیسے سمجھاؤں کہ ہیں آپ عقیل و دانا
بچے اب اور سہیں پیاس کا کتنا صدمہ
واقعہ آپ کو ہرگز نہ یہ بھولا ہوگا
پیاس بھی حرؑ کا رسالہ تھا نبیؐ زادہ تھا
منظرِ جود و سخا فاطمہؑ کے جانی کا
آپ کو واسطہ دیتی ہوں اسی پانی کا

نیند میں چونک کے اک بار سکینہؑ جاگیں
حلق میں پیاس کا چبھنے لگا کانٹا جاگیں
باپ کی یاد نے تڑپا کے جگایا جاگیں
خواب میں صورتِ عباسؑ کو دیکھا جاگیں
بولیں زینبؑ سے پئے تشنہ دہانی دیکھا
اے پھوپھی میں نے ابھی خواب میں پانی دیکھا

رو کے زینبؑ نے کہا آؤ سکینہؑ آؤ
تشنہ لب بچے جو سوتے ہیں جگا کر لاؤ
خواب کی اپنے یہ تعبیر خدا سے پاؤ
مشک حاضر ہے جہاں چاہو وہاں لے جاؤ
اپنے مہمان فداکار کی تعظیم کرو
زوجہ حرؑ کو یہاں آن کے تسلیم کرو

خستہ تن ناتواں غمگین و حزیں و مضطر
آئی زینبؑ کے قریں کشتہ حق کی دختر
حرؑ کی زوجہ کی طرف دیکھ کے وہ نیک سیر
لاتی تسلیم بجا شدتِ غم میں جھک کر
زوجہ حرؑ نے دعا دی کہ سلامت رہیے
عمر بھر صاحبِ اقبال و وجاہت رہیے

دیکھا پانی کو تو کچھ اور بڑھا دردِ جگر   یاد آنے لگی خشکیدہ زبانِ اصغرؑ
اپنا غم بھول گئی بھائی کے غم میں خواہر   آبخورے میں بھرا مشک سے پانی رو کر
تشنگی بھائی کی صحرا میں بجھانے کے لیئے
پیاسی ہمشیر چلی پانی پلانے کے لیئے

چشمِ معصوم سے اشکوں کو بہا کر دوڑیں   بھائی کی یاد کو سینے سے لگا کر دوڑیں
رو کا زینبؑ نے تو دامن کو چھڑا کر دوڑیں   ہاتھ میں کوزۂ لبریز اٹھا کر دوڑیں
رو کے فرمایا کہ نازک وہ گلِ تر ہے بہت
اے پھوپھی دشت میں پیاسا علیؑ اصغر ہے بہت

[illegible]   مضطرب اور ہوئے صاحبِ غم رونے لگے
ساتھ بانوؑ کے اسیرانِ ستم رونے لگے   یادِ بے شیرؑ میں سب اہلِ حرم رونے لگے
رات آلام کی جنگل میں بلک کر گزری
صبح کی پہلی کرن سر کو پٹک کر گزری

فوج نے کوچ کا نقارہ بجایا اک بار   ساز و سامانِ سفر کرنے لگے بد اطوار
طوق و زنجیر کو پہنے ہوئے بیمار و نزار   تھام کر اپنی عصا خاک سے اٹھا ناچار
بولا زینبؑ سے شہیدوں پہ ذرا اسار دلیں
آیئے ہم بھی تو سب اپنوں سے رخصت ہو لیں

مقتلِ بادشہ کون و مکاں تک پہنچے   لاشۂ دلبرِ خاتونِ جناں تک پہنچے
خون ہی خون ہے جنگل میں جہاں تک پہنچے   سامنے گنجِ شہیداں ہے وہاں تک پہنچے
جو میسر نہیں اس صبر سے دامن بھر لیں
پائے شبیرؑ سے مَس اپنی جبینیں کر لیں

طنز کے زخم ہمیں کھانا ہیں تیروں کی طرح   ہم کو کرنا ہے بسر غم میں فقیروں کی طرح
صبر کے خط کھنچیں پتھر کی لکیروں کی طرح   ہم کو زندانوں میں رہنا ہے اسیروں کی طرح
مثلِ بنیادِ حرم پختہ ارادہ نکلے
کم رہے جور و ستم صبر زیادہ نکلے

بھائی کی لاش پہ روتی ہوئی خواہر آئی   دل سنبھالے ہوئے بے مقنع و چادر آئی
ہر قدم راہ میں کھاتی ہوئی ٹھوکر آئی   لفظ ناپید ہیں کیا کہیئے کہ کیوں کر آئی
بولی بے بس ہوں کہ بس میں دلِ مضطر بھی نہیں
اے مرے بھائی کفن دینے کو چادر بھی نہیں

ظلم ہے جور ہے جلاد ہیں تعزیریں ہیں   پائے سجادؑ میں جکڑی ہوئی زنجیریں ہیں
تازیانے ہیں چمکتی ہوئی شمشیریں ہیں   نامِ اسلام مٹا دینے کی تدبیریں ہیں
میرا اعلان ہے یہ نام رہے گا باقی
قید خانوں میں بھی اسلام رہے گا باقی

حق کو باطل کے تشدد سے بچانے کیلئے خیر اور شر کو الگ کر کے دکھانے کے لیئے
شوکتِ دینِ پیمبرؐ کو بڑھانے کے لیئے کیا ہے اسلام زمانے کو بتانے کے لیئے

نذرِ آزار و گرفتارِ مصیبت ہونے
دشت میں آئی ہوں میں آپ سے رخصت ہونے

ظلم کی ہو گی رسن میری کلائی ہو گی غم سے چھوٹوں گی نہ آفت سے رہائی ہو گی
پھر بھی باطل نے شکست ایسی نہ کھائی ہو گی ان بندھے ہاتھوں سے کوفے میں لڑائی ہو گی

چشمِ غم ناک سے یوں صبر کا مینہ برسے گا
عمر بھر شمر بھی پانی کے لیئے ترسے گا

یہ نظارہ نہ بنِ سعد نے دیکھا ہو گا صبر کی آگ میں جلتا ہوا کوفہ ہو گا
میری آنکھوں میں مرے بھائی کا چہرہ ہو گا جو بھی عباسؑ کا قاتل ہے وہ پیاسا ہو گا

صبر کی ظلم سے پیکار چلے گی بھائی
اب مرے ہاتھ کی تلوار چلے گی بھائی

میں بھی ٹھانے ہوں کہ یہ جنگ ابھی اور چلے آپ کے بعد لڑائی کا نیا دور چلے
شر کی ہر رسم اٹھے خیر کا ہر طور چلے دہر میں اب نہ کہیں قافلہ جور چلے

صبر کی تیغ اٹھاتی ہوں جری ہوں میں بھی
سایۂ حیدرِ صفدر میں پلی ہوں میں بھی

آئی ہوں شہرِ جفا کار میں جانے کے لئے
والیٔ شام کے دربار میں جانے کے لئے
چھالے لے کر رہِ پُر خار میں جانے کیلئے
بے ردا کوچہ و بازار میں جانے کے لئے
بھائی کے سر کی قسم صبر میں ناکام نہیں
تختِ شاہی نہ الٹ دوں تو مرا نام نہیں

نالۂ غم سے زمانے کو جگانا ہے مجھے
بادشاہی کے تصور کو مٹانا ہے مجھے
ضربِ کاری سرِ ظالم پہ لگانا ہے مجھے
قید خانے کو عزا خانہ بنانا ہے مجھے
اب چراغِ غمِ شبیرؑ نہ مدھم ہو گا
تعزیے اٹھیں گے ہر دیس میں ماتم ہو گا

اذن دیجے کہ علم حق کا اٹھا کر پلٹوں
صبر کی تیغ کا اعجاز دکھا کر پلٹوں
فرقِ مغرور کی دستار گرا کر پلٹوں
کربلا شام کا دربار بنا کر پلٹوں
سانس سینے میں گھٹے دم کی روانی مانگے
خود یزید اپنی ہی تلوار سے پانی مانگے

بن میں لٹوا کے پیمبر کا چمن جاتی ہوں
داغِ دل لے کے بصد رنج و محن جاتی ہوں
چھوڑ کر لاشۂ بیگور و کفن جاتی ہوں
قید ہوں، ہاتھوں کی پہنتی ہوئی رسن، جاتی ہوں
اے مرے تشنہ دہن صابر و شاکر بھائی
وقتِ رخصت ہے خدا حافظ و ناصر بھائی

راشدِ یثربؐ و بطحیٰ کے رشیدوں کو سلام　خانۂ آلِ پیمبرؐ کے سعیدوں کو سلام
نازشِ حمد ہیں جو ایسے حمیدوں کو سلام　بے وطن، بے کفن و گور شہیدوں کو سلام

رشتۂ غم میں دُرِ اشک پروتی زینبؑ
وقت ہوتا تو تمہیں بیٹھ کے روتی زینبؑ

الوداع اے شۂ مرداں کے جگر بند حسینؑ　الوداع اے شۂ ابرار کے فرزند حسینؑ
الوداع اے شۂ دانا و خردمند حسینؑ　الوداع اے بنی آدم کے خداوند حسینؑ

ضو فگن سر ہے شفق زار کی سج دھج جیسے
ایک نیزے پہ اُتر آیا ہے سورج جیسے

دیکھ کر دشت میں بے ہودج و محمل ناقہ　بولیں زینبؑ کہ ہے مظلوم کے قابل ناقہ
یاس و حسرت میں تپاں صورتِ بسمل ناقہ　مضطرب غم سے ہے مانندِ رگِ دل ناقہ

حسن ہے رفرفِ کاشانۂ رضواں کی طرح
رنگ ہے ناقۂ پیغمبرِؐ دوراں کی طرح

خم ہے گردن میں خمِ گردنِ مینا کی طرح　آنکھ میں حسنِ گلِ نرگسِ شہلا کی طرح
قامتِ پیکرِ نازک قدِ رعنا کی طرح　حسنِ صورت کو ملا صورتِ لیلا کی طرح

جلوۂ لوحِ جبیں صبح کا تارا جیسے
نقشِ ابرو کہ خطِ ساغرِ صہبا جیسے

تیز رفتار کہ دریا کی روانی کہیے وہ سبک گام کہ بہتا ہوا پانی کہیے
خوے نازک کو نزاکت کی نشانی کہیے شوخیاں کہتی ہیں نوخیز جوانی کہیے
اپنی منزل پہ یہ آواز سے پہلے پہونچے
طائرِ فکر کی پرواز سے پہلے پہونچے

پوست کا رنگ ہے وہ رنگ کہ جیسے سرخاب جس کی نرمی کا نہ دے مخمل و دیبا بھی جواب
حسن کوہان کا جیسے کہ سمندر کا حباب شاخ پر جیسے کہ کھلتا ہے گلستاں میں گلاب
نقش صناعیِ فطرت کا عیاں ہوتا ہے
اس قدر گول کہ گنبد کا گماں ہوتا ہے

دشت پیمائیاں صحرا کے بگولوں کی طرح نرمیاں پاؤں کے تلووں میں ہیں پھولوں کی طرح
پنڈلیاں سخت ہیں ایماں کے اصولوں کی طرح خوئے تسلیم کا حامل ہے رسولوں کی طرح
راہ چلتا ہے بڑی شان سے بن میں تن کر
آج پایا ہے شرف ناقۂ زینبؑ بن کر

قافلہ آلِ پیمبر کا روانہ ہونا کربلا چھوٹنا کہرام کا برپا ہونا
چشمِ حسرت سے رواں اشکوں کا دریا ہونا درّے کھانا وہ بلکنا وہ طپیدہ ہونا
سارباں کے لیے عابدِ بیمار چلا
کبھی بیٹھا کبھی اٹھا کبھی ناچار چلا

راستہ چھوڑ کے استادہ ہے انبوہِ کثیر ذکر ہے جیت گیا جنگ میں کوفے کا امیر
والیِ شام کے باغی ہوئے جنگل میں فقیر ہے خبر گرم کہ آتے ہیں لڑائی کے اسیر
باجے بجتے ہیں گلی کوچوں میں بازاروں میں
آج تقریبِ مسرت ہے ستمگاروں میں

حکم ہے شہر میں ہر سمت چراغاں کر دو ہر گلی کوچے کو صدرشکِ گلستاں کر دو
والیِ شام کی توقیر نمایاں کر دو رعبِ شاہی سے اسیروں کو ہراساں کر دو
کوئی خاطر نہ کرے کوئی مدارات نہ ہو
ہاں خبردار اسیروں سے کوئی بات نہ ہو

شہرِ کوفہ میں ہوا داخلۂ اہلِ حرم بال بکھرائے ہیں چہروں پہ اسیرانِ ستم
پیاس سے سوکھے ہوئے ہونٹ ہیں آنکھیں پُرنم یہ ضعیفی ہے کہ اٹھتا نہیں اب بارِ الم
فوج آگے ہے پیمبرؐ کے حرم پیچھے ہیں
پیش رو ظلم ہے اربابِ کرم پیچھے ہیں

بولیں زینبؑ کہ اسیروں کا تماشا کر لو عترتِ مرسلِ اسلام کو رسوا کر لو
دین کو بھول کے دنیا کی تمنا کر لو فرقِ شبیرؑ کا نیزے پہ نظارا کر لو
مجھ کو باغی نہ کہو دخترِ حیدرؑ میں ہوں
تم مسلمان ہو اور نبتِ پیمبرؐ میں ہوں

حق نے بھیجے ہیں ہمیں خلد سے خوانِ نعمت　　ہم کو حاصل ہے محمدؐ سے جہاں میں عزت
آئی ہے آیۂ تطہیر ہماری نسبت　　ہم کو قرآن سے بخشی ہے خدا نے عظمت
حق کا دم بندشِ زنجیر سے کب گھٹتا ہے
جس کو اللہ شرف دے وہ کہاں لٹتا ہے

ہر طرف ظلم کے موجود ہیں آثارِ جلی　　ہاں اسی شہر میں مارے گئے اصحابِ علیؑ
تیغ قاتل کی اسی شہر کی مسجد میں چلی　　ہاں اسی شہر میں مضروب ہوا حق کا ولی
ہر زمانے میں یہاں صید ہوئے ہیں ہم لوگ
کس کو حیرت ہے اگر قید ہوئے ہیں ہم لوگ

دین پر آنچ جو آتے تو ہدف ملتا ہے　　جو مسلمان ہے وہ حق کی طرف ملتا ہے
تم کو کوفہ تو ہمیں شہرِ نجف ملتا ہے　　ہم کو اسلام سے اعزاز و شرف ملتا ہے
جو خدا دیتا ہے وہ رتبۂ شاہی دو گے
تم اذانوں میں محمدؐ کی گواہی دو گے

ہم نے نافذ کیا قانون ہدایت کے لیے　　ہم نے جاری کیے احکام شریعت کیلئے
ہم نے سر پیش کیے رسمِ شہادت کے لیے　　ہم نے مسجد کی بنا رکھی عبادت کے لیے
ہم سے اسلام بھی قرآن بھی پایا تم نے
پھر بھی جب مل گئے ہم خون بہایا تم نے

کون ہے شیرِ خدا کون ہے نفسِ مرسلؐ کس نے کی مذہبِ توحید کی روشن مشعل
کس نے آباد کئے اہلِ جفا کے مقتل کس کے دامن سے بندھا بنتِ نبیؐ کا آنچل
شان، حیدرؑ سے زمانے میں بڑی ہے کس کی
نال تک خانۂ کعبہ میں گڑی ہے جس کی

جو نسب میرا ہے دنیا پہ عیاں ہے لوگو میرا ہی جد تو شہنشاہِ زماں ہے لوگو
میرا ہی باپ تو مولائے جہاں ہے لوگو میری ہی ماں ہے جو خاتونِ جناں ہے لوگو
کس کا دادا ابو طالب ہے بتاؤ تو سہی
حوصلہ ہو تو مرے سامنے آؤ تو سہی

ایک بھائی ہے حسنؑ صاحبِ معراج کا چین ایک بھائی کا مرے اسمِ گرامی ہے حسینؑ
فاتحِ بدر کا دل قوتِ ضرغامِ حنین پرتوِ نورِ خدا نقشِ رسولِ کونین
آنکھیں رکھتے ہو تو آنکھوں سے مکرر دیکھو
نوکِ نیزہ پہ سرِ سبطِ پیمبرؐ دیکھو
ہادیِ دیں ہے حسنؑ دین کا رہبر ہے حسینؑ شانِ مرسلؐ ہے حسنؑ شوکتِ حیدرؑ ہے حسینؑ
روحِ قرآں ہے حسنؑ علمِ پیمبرؐ ہے حسینؑ کشتۂ سم ہے حسنؑ کشتۂ خنجر ہے حسینؑ
صلح کرتا ہے کوئی کوئی دغا کرتا ہے
میرا ہر بھائی زمانے کا بھلا کرتا ہے

حُسنِ کردار ہے بیداریِ احساس کا نام — سنگ ریزوں کو کہاں ملتا ہے الماس کا نام
جب بھی لیتا ہے زمانے میں کوئی پیاس کا نام — موجِ دریا سے اُبل پڑتا ہے عباسؑ کا نام

دہر میں مشک و علم وجہِ تسلّی ہوگا
لفظِ ایثار میں اب حسنِ معانی ہوگا

جس میں قزاق ہیں آباد وہ منزل تم ہو — جس میں پوشیدہ ہے سیلاب وہ ساحل تم ہو
حیدرؑ و شبرؑ و شبیرؑ کے قاتل تم ہو — موت سے ہم کو ڈراتے ہو تو بزدل تم ہو

نصرتِ دینِ پیمبرؐ میں بہم چلتے ہیں
موت تھک جاتی ہے جس راہ پہ ہم چلتے ہیں

قیمتِ جانِ نبیؐ نفسِ خدا سے پوچھو — لذتِ ذوقِ رضا اہلِ رضا سے پوچھو
حق کی تسبیح شہیدانِ وفا سے پوچھو — آخری سجدہ شہِ کرب و بلا سے پوچھو

یوں بسر ہجرت و عاشور کی راتیں کی ہیں
آمنے سامنے اللہ سے باتیں کی ہیں

سُن کے زینبؑ کا بیاں رو دیئے کوفے والے — جیسے ہی ٹھیس لگی پھوٹ گئے سب چھالے
تھا کہیں ماتم و فریاد کہیں تھے نالے — پڑ گئے سلطنتِ کوفہ و رے کے لالے

شعلہ افشاں ہوئی تقریر ستمگاروں میں
صبر کی تیغ چلی کوفے کے بازاروں میں

صبر کی تیغ سرِ اہلِ ستم پر ہے رواں   ذوالفقارِ اسد اللہ کا جوہر ہے عیاں
چال کہتی ہے نہیں مجھ سے سوا برق تپاں   آب کہتی ہے کہ اب مشکِ سکینہ ہے کہاں
آئیں عباس نگاہوں سے روانی دیکھیں
جو ضمیروں سے ابلتا ہے وہ پانی دیکھیں

اہلِ کد پیٹ کے سرِ منزلِ کد سے بھاگے   توبہ کرتے ہوئے میدانِ حسد سے بھاگے
منہ چھپاتے ہوئے شمشیر کی زد سے بھاگے   جیسے پرچھائیں کڑی دھوپ میں قد سے بھاگے
شکر کی حد میں رہے صبر کی حد تک مارے
ایسی تلوار کے مارے تو ابد تک مارے

جلوہ ایسا کہ جسے ماہِ منور کہیئے   حسن ایسا کہ جسے حسنِ پیمبرؐ کہیئے
دھار ایسی کہ جسے مرضئ داور کہیئے   ضرب ایسی کہ جسے ضربتِ حیدر کہیئے
ظلم و بیداد کے چہرے کی نقابیں کاٹے
ایسی تلوار کہ گیتی کی طنابیں کاٹے

پیاس میں جلتی ہوئی آہ سے ملتی جلتی   عزم میں سرورِ ذیجاہ سے ملتی جلتی
صبر میں صبرِ دلِ شاہ سے ملتی جلتی   کاٹ میں تیغِ یداللہ سے ملتی جلتی
ایسی تلوار کہ سفاک کوئی راس نہیں
قتل کر ڈالا مگر ضرب کا احساس نہیں

ایسا دم خم کہ کوئی تیغ نہ ہمسر نکلے　　ایسی ہیبت کہ برابر سے نہ لشکر نکلے
ایسی بیباک کہ فوجوں کو کچل کر نکلے　　ایسی خوددار، غنی نکلے تو نگر نکلے

ایسا جوہر کہ جواہر کو بھی کمتر کہیے
ایسا پانی کہ چھلکتا ہوا کوثر کہیے

صبر کی سان پہ رکھی ہوئی تسلیم کی دھار　　جو نظر آتی نہیں، ایسی چلی ہے تلوار
دخترِ حیدرِ صفدر ہے جری و کرار　　ہر طرف شہر میں یوں گونج رہی ہے جھنکار

زیرِ افلاک، فغاں گونج رہی ہو جیسے
بند گنبد میں اذاں گونج رہی ہو جیسے

صبر کی تیغ کو بے پردہ نہ دیکھا ہو گا　　روئے شمشیر کو پژمردہ نہ دیکھا ہو گا
عرصۂ رزم میں افسردہ نہ دیکھا ہو گا　　صاحبِ تیغ کو آزردہ نہ دیکھا ہو گا

صبر کی تیغ ہے مستور اثر کی صورت
آنکھ نے دیکھی نہیں تارِ نظر کی صورت

باحیا ایسی کہ ہرگز نہ کھلے سر نکلے　　نکلے تو اوڑھ کے تطہیر کی چادر نکلے
نصرتِ حق میں اگر میان سے باہر نکلے　　کوئی بھی دشمنِ اسلام نہ بچ کر نکلے

اس کا ہر وار ہے نادیدہ زمانے کی طرح
اس کا ہر زخم ہے پوشیدہ خزانے کی طرح

تیغ چلتی ہوئی ہر راہ میں ہر منزل پر　زخم لگتے ہوئے شبیرؑ کے ہر قاتل پر
کیفیت رقص کی چھائی ہوئی ہر بسمل پر　صف شکن بیٹھا ہوا ناقۂ بے محمل پر
حملہ عباسؑ کی صورت کبھی سرورؑ کی طرح
پورے لشکر کو کچل ڈالا ہے حیدرؑ کی طرح

خشک پتوں کی طرح اہلِ غضب پیاسے ہیں　اہلِ کیں، اہلِ ستم اہلِ طلب پیاسے ہیں
خونِ سرورؑ کے جو پیاسے تھے وہ اب پیاسے ہیں　عام پانی ہے مگر کوفے میں سب پیاسے ہیں
صبر میں ڈوبی ہوئی تیغ ابھر کر نکلی
پیاسے بچوں کے لیے مشک کو بھر کر نکلی

یہ نئی جنگ ہے اس جنگ کا منظر ہے نیا　اس لڑائی کا علمدارِ دلاور ہے نیا
حق کا غازی ہے نیا تیغ کا جوہر ہے نیا　پنجۂ صبر نیا قلعۂ خیبر ہے نیا
تیغ کی گونج سے سوئے ہوئے دل جاگ گئے
جنگِ صفین کے بھاگے ہوئے پھر بھاگ گئے

ہے رسن بستہ مگر بنتِ دلی ہے زینبؑ　خانۂ شیرِ الٰہی میں پلی ہے زینبؑ
صبر کی جنگ کا عنوانِ جلی ہے زینبؑ　آج کوفے میں حسینؑ ابن علیؑ ہے زینبؑ
آئینہ بندیٔ تقدیر نظر آتی ہے
ہر طرف صورتِ شبیرؑ نظر آتی ہے

پھر نہ ہو جائے سحر ظلمتِ شب ڈرتی ہے تیرگی اور سوا ہوتی ہے جب ڈرتی ہے
ظلم بڑھ جاتا ہے جب فوجِ غضب ڈرتی ہے شام کی سلطنت اس جنگ سے اب ڈرتی ہے

نور کے پردے میں زینبؑ کی عماری آئی
وقت کی قید میں سورج کی سواری آئی

اُس طرف مدِ مقابل ہے عدوے ایماں اِس طرف پابہ رسن دخترِ مولائے جہاں
طنز کے سر کیئے جب دشمنِ دیں نے پیکاں کھینچ لی دیں کے نگہباں نے بھی شمشیرِ گراں

صبر کی تیغِ رواں تول رہی ہیں زینبؑ
آج حیدرؑ کی طرح بول رہی ہیں زینبؑ

جیسے نمرود کو اللہ نے طاقت دی تھی جیسے فرعون کو دنیا کی حکومت دی تھی
جیسے شداد کو اس خاک پہ جنت دی تھی جیسے گنجینۂ قارون کو دولت دی تھی

قصۂ ظلم کا انجام بہت دور نہیں
دھوپ کہتی ہے کہ اب شام بہت دور نہیں

یہ مشیت ہے تجھے ظلم کی مہلت دی ہے ہم کو اللہ نے برداشت کی طاقت دی ہے
تیری جاگی ہوئی آنکھوں کو بھی غفلت دی ہے ہم کو بینائی عطا کی ہے بصیرت دی ہے

میرا نانا تھا، یہ احسان کیا تھا جس نے
باپ کو تیرے مسلمان کیا تھا جس نے

پھر موذن یہ پکارا کہ محمدؐ ہیں رسول　یہ محمدؐ ہیں وہی جن کی رگِ جاں ہے بتولؑ
کس نے توڑے ہیں بتا دینِ محمدؐ کے اصول　کون ہے خارِ چمن کون ہے اس باغ کا پھول

حشر تک ظالم و مظلوم کا چرچا ہوگا
جو بھی ہے قاتلِ شبیرؑ وہ رسوا ہوگا

ایک سناٹا ہے دربار میں خاموش ہیں لوگ　صبر کی تیغ کے مضروب ہیں بیہوش ہیں لوگ
ہاتھ سے منہ کو چھپا رکھا ہے روپوش ہیں لوگ　نالۂ غم یہ پکارا کہ گراں گوش ہیں لوگ

دُرّۂ شمرِ لعین پشت و کمر تک آیا
آہ کے ساتھ لہو دیدۂ تر تک آیا

بولیں زینبؑ کہ ڈراتے ہیں ہمیں مار کے لوگ　ظلم سے دبتے نہیں حلقۂ ایثار کے لوگ
اور بھی ظلم کریں شہرِ جفا کار کے لوگ　موت سے ڈرتے نہیں عترتِ اطہار کے لوگ

سامنے بھائی کا یہ سر ہے اسی سر کی قسم
ہم ظفریاب ہیں ہر جنبشِ خنجر کی قسم

گریۂ زینبِؑ مضطر سے عدو کانپ گئے　چیخ کی آواز سنی اہلِ غلو کانپ گئے
جن کے پیکر میں تھا باطل کا لہو کانپ گئے　نشہ ٹوٹا تو پرستارِ سبو کانپ گئے

سب نے محسوس کیا آہِ شرر بار چلی
اک نئی جنگ چھڑی اک نئی تلوار چلی

ایسی تلوار جسے تیغ خدا کہتے ہیں ایسی تلوار جسے قبلہ نما کہتے ہیں
ایسی تلوار جسے حرفِ دعا کہتے ہیں ایسی تلوار جسے قدر و قضا کہتے ہیں
کوفہ و شام کے گھر گھر میں لڑائی ہو گی
ایسی تلوار کہ نسلوں کی صفائی ہو گی

ایسی تلوار کہ آندھی بھی ہے سیلاب بھی ہے ایسی تلوار کہ مضطر بھی ہے بیتاب بھی ہے
ایسی تلوار کہ انمول بھی ہے نایاب بھی ہے ایسی تلوار کہ پیاسی بھی ہے سیراب بھی ہے
ایسی تلوار کہ مقتول کو دیدار نہ ہو
زخم لگ جائے مگر خون کی بوچھار نہ ہو

ایسی تلوار کہ زد قصرِ جفا تک پہونچے ایسی تلوار کہ لَو شہرِ قضا تک پہونچے
ایسی تلوار کہ ضو بابِ رضا تک پہونچے ایسی تلوار کہ جھنکار خدا تک پہونچے
ایسی تلوار کہ باطل کی رگِ جاں کاٹے
ہر زمانے میں سرِ دشمنِ ایماں کاٹے

بوند آنسو کی نہ تھی گوہرِ گراں تھی شاید آہ اک سانس نہ تھی برقِ تپاں تھی شاید
طنز آمیز ہنسی شعلہ فشاں تھی شاید آج زینبؑ کی زباں تیغِ رواں تھی شاید
سینۂ ظلم میں چبھتے ہوئے نشتر جیسے
لفظ یوں لب سے نکلتے ہیں کہ خنجر جیسے

سوکھے پتے کی طرح زرد ہوتے ہیں چہرے　　میلی مٹی کی طرح گرد ہوتے ہیں چہرے
برف زاروں کی طرح سرد ہوتے ہیں چہرے　　بت بنے بیٹھے ہیں بیدرد ہوتے ہیں چہرے

سیلِ بیداد کا رخ موڑ رہی ہیں زینبؑ
والیٔ شام کا بت توڑ رہی ہیں زینبؑ

جلوۂ دیدۂ سلطانِ امم ہے زینبؑ　　ظلمتِ شرک میں قندیلِ حرم ہے زینبؑ
کفر کے سامنے ایماں کا حشم ہے زینبؑ　　شام والوں میں محمدؐ کا بھرم ہے زینبؑ

نام اللہ کا لب پر ہے وظیفے کی طرح
دوش کی رحل پہ چہرہ ہے صحیفے کی طرح

آج غیرت نے لہو صبر کا کھولایا ہے　　آج پیشانیٔ خوددار پہ بل آیا ہے
معجزہ تیرگیٔ شام میں دکھلایا ہے　　حق کے ڈوبے ہوئے خورشید کو پلٹایا ہے

ہر اندھیرے کو اجالے کی طرف موڑ دیا
بت شکن باپ کی بیٹی نے بھی بت توڑ دیا

روبرو ظلم کے سچ بات کا کہنا ہے جہاد　　سرخرو ہونے کے لئے خون کا بہنا ہے جہاد
عدل کے واسطے بیداد کا سہنا ہے جہاد　　مرگِ باطل کے لیے قید میں رہنا ہے جہاد

خونِ مظلوم ستمگر کو فنا کرتا ہے
حوصلہ صبر کی پوشاک ہوا کرتا ہے

عزمِ زینبؑ سے ہوئی دینِ خدا کی تجدید　شانِ زینبؑ سے ہوئی شانِ نبیؐ کی تائید
صبرِ زینبؑ سے مکمل ہوئی تحریکِ شہید　نامِ زینبؑ سے لرزتے ہیں زمانے کے یزید
جب کسی ظلم کی بستی سے ہوا آتی ہے
کان میں خطبۂ زینبؑ کی صدا آتی ہے

اپنے بھائی کی وفادار بہن ہے زینبؑ　دیدہ ور صاحبِ ایثار بہن ہے زینبؑ
معتمد قافلہ سالار بہن ہے زینبؑ　دینِ اسلام کا معیار بہن ہے زینبؑ
صبر اور ظلم کی پیکار میں دم سازِ حسینؑ
گونجتی ہے لبِ ہمشیر سے آوازِ حسینؑ

جادۂ تیغِ ستمگر سے گزرنے والا　زخم کے سُرخ گلابوں سے سنورنے والا
ہر طرف خون کی خوشبو میں بکھرنے والا　حوصلہ دے گیا عاشور کو مرنے والا
شہ نے کھودی تھی لحد اصغرِ تشنہ کے لیے
قبر ہمشیر نے کھودی ہے سکینہ کے لیے

جس کی چاہت تھی پھوپھی کے لیے بیٹی کی طرح　جس کے مرجانے کا غم چبھتا ہی برچھی کی طرح
جس کے ماتم میں تڑپتی ہے وہ ماہی کی طرح　اشک برساتی ہے برسات کی بدلی کی طرح
قید خانے میں نہ ہمدرد نہ یاور کوئی
ڈالیں میت پہ نہیں ایسی بھی چادر کوئی

اور گریاں ہوتیں جب سر کی ردا یاد آتی　　اور ماتم کیا جب کرب و بلا کی یاد آتی
اور سر پیٹا سکینہ کی ادا یاد آتی　　بالیاں چھیننے والوں کی جفا یاد آتی

گال پر نیلے نشاں دیکھ کے سر تھام لیا
یاد آیا جو طمانچہ تو جگر تھام لیا

بیکسی قبر بنی صبر نے تربت ڈھانپی　　چادرِ طاعت و تسلیم نے میت ڈھانپی
شکر کا دے کے کفن چاند سی صورت ڈھانپی　　خاک کے پردے میں شبیرؑ کی دولت ڈھانپی

گریہ کرتے ہیں حرم، درد سے دل تنگ نہیں
صبر انسان کا جوہر ہے مگر سنگ نہیں

آخری دین سے بہتر کوئی پیغام نہیں　　ایسی پُر نور سحر جس کی کوئی شام نہیں
جبر کا حق کی ہدایت میں کہیں نام نہیں　　قیصری چلتی ہے تلوار سے اسلام نہیں

حرفِ تاریخ نہیں صورتِ قرآں دیکھو
کربلا دیکھ چکے شام کا زنداں دیکھو

کیا ہے اسلام اسے آلِ پیمبر سے سمجھ　　پہلے شبیرؑ سے پھر زینبؑ مضطر سے سمجھ
کیا ہے تحریکِ نبیؐ کشتۂ خنجر سے سمجھ　　کیا ہے معراجِ بشر دخترِ حیدرؑ سے سمجھ

درسِ تاریخ میں کیا فائدۂ ضد یارو
قصرِ سلطانی جمہور ہے مسجد یارو

اس نئے دور کو سمجھاؤ نبیؐ کا پیغام　مکتبِ علم میں دھراؤ نبیؐ کا پیغام
پیش کرنے میں نہ شرماؤ نبیؐ کا پیغام　شہرِ تحقیق میں لے جاؤ نبیؐ کا پیغام

روحِ تہذیب و ثقافت ہے حسینؑ ابن علیؑ
ایک معیارِ شرافت ہے حسینؑ ابن علیؑ

تعزیہ خانوں کا منبر ہے فراست کا مقام　دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا مقام
سارے عالم کے لیے درسِ اخوت کا مقام　حسنِ اخلاق کی جا رسمِ محبت کا مقام

نقش آخر ہے خطابت کا نبیؐ کی بیٹی
ایک معیار ہے عورت کا علیؑ کی بیٹی

دشمنِ سبطِ پیمبر کو رلا کر آئیں　قصرِ شاہی میں صفِ غم کو بچھا کر آئیں
قید خانے کو عزا خانہ بنا کر آئیں　کیا ہے اسلام زمانے کو بتا کر آئیں

یوں وطن والوں میں ناموسِ نبیؐ آتے ہیں
جیسے خیبر کی لڑائی سے علیؑ آتے ہیں

تعزیت کے لیے آنے لگے اربابِ وطن　بولیں زینب کہ نہیں تابِ بیاں تابِ سخن
اک بیاباں میں لٹا نبتِ پیمبر کا چمن　قتل پیاسا ہوا عاشور کے دن شاہِ زمن

چادریں سر سے چھینیں اہلِ حرم قید ہوئے
قتل صحرا میں بہتر ہوئے ہم قید ہوئے

پوچھا جب دلبرِ شبّرؑ کو کہا قتل ہوئے پوچھا جب عونِ دلاور کو کہا قتل ہوئے
پوچھا جب نوجوان اکبر کو کہا قتل ہوئے پوچھا جب بے زباں اصغر کو کہا قتل ہوئے

پوچھا مادر نے مری آس کہاں تھا بی بی
جلدی بتلاؤ کہ عباسؑ کہاں تھا بی بی

بولیں زینب کہ لڑائی میں بڑا نام کیا نقدِ جاں فوجِ ستمگار کا نیلام کیا
بھائی نے جو بھی کہا بھائی نے وہ کام کیا ٹھنڈی ٹھنڈی تھی ہوا نہر پہ آرام کیا

کیا کہوں ایسے وفادار کہاں ہوتے ہیں
رات بھر جاگے تھے عاشور کو اب سوتے ہیں

مرگِ عباسؑ دلاور کی خبر کو سُن کر شکر کا سجدہ بجالا کے کہا اے دلبر
تو نے بخشا ہے مجھے میری ریاضت کا ثمر شکر کرتی ہوں ترا اے بنی ہاشم کے قمر

میرے بیٹے بڑا اعزاز دیا ہے مجھ کو
سرخرو بنتِ پیمبر سے کیا ہے مجھ کو

آئیں صغریٰ تو جگر تھام کے مادر روتی چار آنکھیں نہ ہوتیں سر کو جھکا کر روتی
گریہ فضہ نے کیا بنتِ پیمبر روتی دیکھا گہوارہ بے شیر تو خواہر روتی

سسکیاں روک کے مشکل سے کہا مادر نے
خود کو اسلام پہ قربان کیا اصغرؑ نے

چپ تھیں کلثوم بھی زینب بھی بھلا کیا کہتیں
غم کا قصہ تھا بڑا کہتیں تو کیا کیا کہتیں
واقعہ شاہ کا یا شام کا قصہ کہتیں
گنتی صدموں کی نہ تھی کونسا صدمہ کہتیں

پوچھا صغریٰ نے کہاں ہیں مرے بابا کہیئے
بولیں زینبؑ کہ نہیں تابِ بیاں کیا کہیئے

غم ہے وہ غم کہ لہو چشم الم روتی ہے
زندگی خون سے رخسارِ وفا دھوتی ہے
مختصر اس طرح رودادِ ستم ہوتی ہے
دشت میں بھائی تو زنداں میں بہن سوتی ہے

اب نہ ہم شکل نبیؐ ہے نہ سکینہ صغریٰ
انتہا یہ ہے کہ خالی ہوا جھولا صغریٰ

سر پہ وارث نہ رہے گود کے پالے نہ رہے
تیرگی رہ گئی آنکھوں میں اجالے نہ رہے
گھر ہے سنسان کہ اکبر سے جیالے نہ رہے
ہائے صغریٰ کہ ترے چاہنے والے نہ رہے

خون میں ڈوب گئے حق کے سفینے والے
سو گئے سونے بیاباں میں مدینے والے

سن کے زینبؑ کا بیاں رو دیئے یثرب والے
شدتِ غم نے مسل ڈالے جگر کے چھالے
اٹھ گئے خاک سے خاتونِ جناں کے پالے
جانِ صغریٰ کے پڑے دردِ جگر سے لالے

نظمیؔ دخترِ فریاد و بکا تھی ہر سو
مجلسِ ماتمِ شبیرؑ بپا تھی ہر سو